

جاسوی دنیا نمبر 2

خوفناک جنگل

(کمل ناول)

پیشرس

جاسوسی دنیا کا دوسرا ناول ”خوفناک جگل“ ملاحظہ فرمائیے۔ جس کے اب تک
بیسوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

کہانی جگل میں ایک عورت کی لاش سے شروع ہوتی ہے اور پھر محیر الحوال اور
مخفی خیز واقعات کے جھرمٹ میں آگئے پڑتی ہوتی اپنے مختلطی انجم کو پہنچتی ہے۔
یہ فریدی اور حید کے ابتدائی دور کی کہانی ہے۔ جب انہیں موجودہ دور کی کہانیں
اور وسائل میسر رہتے۔ لیکن اس کے باوجود آپ فریدی کی ذہانت اور اس کی پھر پور
خصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں گے۔ وہ کس ہوشیاری اور نقیاتی طریقے
سے مجرم پر ہاتھ ڈالتا ہے اسے دیکھ کر آپ جیلان رہ جائیں گے۔
تفریحی ادب میں این صفائی کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔ ان کی
تحریروں میں قانون کی بالا دتی مجرموں کی حق کتی اور پہلے چکلے طفوڑاں کی چائی
آپ کو ہر جگہ ملے گی۔ یہ بات بلا کسی خوف تردید کیا جا سکتی ہے کہ اردو میں اتنی صفائی
سے زیادہ کوئی اور مصنف نہیں پڑھا گیا اور نہ ہی تعداد کے اعتبار سے ان کی تصنیف
کے ہدف کو کوئی دوسرا عبور کر سکا ہے۔

اب ”خوفناک جگل“ پڑھئے اور این صفائی کے فن کو داد دیجئے۔

جگل میں فائز

گرمیوں کی ایک ناریک رات تھی۔ کوتولی اچارچ اپنے سدھر گھنٹوں کروٹھن بدلنے
کے بعد بھل آدمانگٹھ سوئے ہوں گے کہ ایک سب اپنے نے آ کر جا دیا۔
”کیا ہے بھتی، کیا آفت آگئی۔“ وہ جلاتے ہوئے بو لے۔

”کیا بتاؤں صاحب عجیب مصیت میں جان ہے۔ شاید بھر کوئی قتل ہو گیا ہے۔“ سب
اپنے نے کہا۔

”شاید قتل ہو گیا ہے۔۔۔؟ کیا مطلب۔۔۔؟“

”ایک آدمی دھرم پور کے جگلوں میں ایک لاش دیکھ کر اطلاع دینے آیا ہے۔“

”اس وقت دھرم پور کے جگلوں میں اس آدمی کو کیا کام، میرے خیال سے دونوں رہے
ہوں گے۔“ اپنے سدھر نے شب خوبی کا المادہ اتنا رتے ہوئے کہا۔

”میں نے اس سے سوالات نہیں کئے۔ سیدھا یہاں چلا آیا۔“ سب اپنے نے جواب دیا۔

”دوں تھر قدموں سے پڑے ہوئے دفتر ہے۔“ اپنے سدھر نے اطلاع لانے والے اجھی
کو گھوڑ کر دیکھا۔ وہ ایک خوش پیش نوجوان تھا۔ اس کے چہرے پر مگر ابھت کے آہار نظر آ رہے
تھے۔ ہائی کی گرد و مصلی ہو کر کالا کے نیچے نلک آئی تھی۔ بالوں پر جھی ہوئی گرد سے ظاہر ہو رہا تھا۔

کروہ بہت دو کاسٹر کے آرہا ہے۔ اس کی سانس ابھی تک پھول رہی تھی۔

”کیوں صاحب..... کیا بات ہے؟“ سدھر نے کڑے لجھ میں پوچھا۔

”میں ابھی ابھی..... ڈرم پور کے جگل میں ایک عورت کی لاش دیکھ کر آ رہا ہوں۔“ اس

نے پیشانی سے پینہ پوچھتے ہوئے کہا۔

”لیکن آپ اس وقت ڈرم پور کے جگل میں کیا کر رہے تھے۔“ سدھر نے کہا۔

”میں دراصل جلال پور سے واپس آ رہا تھا۔“

”جالال پور سے.....؟ جلال پور یاہاں سے تیر بیا میں میل کے قاطلے پر ہے۔ آپ کس

سواری پر آ رہے تھے؟“

”مودھ سائیل پر..... جب میں جوزف روڈ سے پیٹر روڈ کی طرف مرنے والی قومیں نے

سرک کے کنارے ایک عورت کی لاش دیکھی۔ اس کا بالاؤ خون سے تھا۔ اُنہیں

خدا..... کتنا بھیاںکھ مظر تھا..... میں زندگی بھرنہ بھلا سکوں گا۔“

”تو آپ جلال پور میں رہ جیں ہیں۔“

”میں نہیں..... میں یہیں اسی شہر میں رہتا ہوں۔ ایک دوست سے ملنے جلال پور گیا تھا۔“

”تو اتنی رات گئے وہاں سے واپسی کی کیا ضرورت چیز آئی تھی۔“

”جباب والا میں یہ قل خود کے آپ کو اطلاع دینے جیسی آیا۔“ ابھی نے قدرے

جنجلہ کر کہا۔

”میں نے ایک لاش دیکھی اور ایک شہری ہونے کی حیثیت سے اپنا فرض سمجھا کہ پولس

کو اطلاع دے دوں۔“

”نارض ہونے کی ضرورت نہیں.....!“ سدھر نے سمجھی گی سے کہا۔ ”میں بھی اپنا فرض

ہی ادا کر رہا ہوں۔ آپ کا کیا نام ہے؟“

”مجھے ردمیر ٹھکر کہتے ہیں۔“

”آپ کیا کام کرتے ہیں؟“

”اُف میرے خدا میں نے یہاں آ کر بخت غلطی کی۔“ ابھی نے قدرے پر بیٹھنی کے

لہجہ میں کہا۔ ”ارے صاحب میں آپ کے ساتھ ہی چلوں گا۔“

”چلتا تو پڑے گا ہی..... خیر اچھا آپ بہت زیادہ پر بیشان معلوم ہوتے ہیں، بھروسی.....“

دار و فرمی ذرا جلدی سے تمیں کاشیبلوں کو تیار کر لیجئے اور اس وقت فریوئی پر جوڑ رائیخور ہوا سے
بھی بلوایجئے۔“

حکومزی دیر بعد پولیس کی لا ری پیڈر روڈ پر ڈھرم پور کی طرف جا رہی تھی۔ رات حدود رجہ
تاریک تھی۔ سانٹے میں لا ری کی آواز ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے بے شمار خوبیت ارواح ایک
سامتحمل کر جی رہی ہوں۔ لا ری کے بر قی یہ پوں کی روشنی درستہ سڑک پر چکل رہی تھی۔
سڑک کے موڑ سے تقریباً دو فرماںگہ اور ہر ایک بڑا سارہ درخت سڑک پر گرا ہوا ظفر آیا۔

”ارے یہ کیا.....؟“ ابھی جو ٹک کر بولا۔

لا ری درخت کے پاس آ کر رک گئی۔

”میں آپ سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی آدھ گھنٹہ قبل جب میں ادھ سے گزرا ہوں تو
یہ درخت یہاں نہیں تھا۔“ ابھی نے پر بیشان بھجے میں کہا۔
سب لوگ لا ری سے اڑائے۔

”آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ آپ کی بات پر کے یقین آئے گا۔ ظاہر ہے آج آنکھی
بھی نہیں آئی۔ یہ بھی صاف ہے کہ درخت کاٹا گیا ہے اور آدھ گھنٹے میں اتنے موٹے تے
والے درخت کا کٹ ڈالنا آسان کام نہیں۔“

”اب میں آپ سے کیا عرض کروں۔“ ابھی نے اپنے خلک ہوتوں پر زبان پھیرتے
ہوئے کہا۔

”خیر یہ بعد میں ہو چا جائے گا۔“ کوتولی انچارج تیز بھجے میں بولا۔ ”اب وہ جگہ یہاں
سے کتنی دور ہے؟“

”زیادہ سے زیادہ دوڑھائی فرماںگ.....!“ ابھی نے جواب دیا۔

لاری و چین چھوڑ کر یہ پارٹی شارچ کی روشنی میں آگے جو گی۔ تاریک سڑک پولیس والوں کے بھاری بھر کم جوتوں کی آواز سے گونج رہی تھی۔

”اُف سیرے خدا.....!“ ابھی نے پلے چلے رک کر کہا۔

”کیوں کیا بات ہے۔“ کوتوالی انجارج بولا۔

”کہنیں میں پا گل نہ ہو جاؤ۔“ ابھی نے بے چہنی میں انہی ناک رگڑتے ہوئے کہا۔

”اے سڑک اتھارا مطلب کیا ہے۔“ کوتوالی انجارج نے گرج کر کہا۔

”میں نے دلاش میں دیکھی تھی۔ سکر... سکر...!“

”مکر مکر کیا کر رہے ہو..... یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔“

”تھی تو حیرت ہے۔“

”سرکار یہاں بھوت پریت بھی بکثرت رہتے ہیں۔“ ایک کامیاب مٹھائی ہوئی آواز میں بولا۔

”بکھرتا!“ کوتوالی انجارج جیچ کر بولا۔ ”اسکا غصہ انہی انخناکی مزدیس طے کر رہا تھا۔“

”میں تو بڑی مشکل میں پہنچ گیا۔“ ابھی گلوکریہ آواز میں بولا۔

”ابھی کہاں..... اب پہنچیں گے آپ مشکل میں۔“ کوتوالی انجارج نے لٹک لجھ میں

کہا۔ ”خواہ تو وہ پریشان کیا، کیا تم نے رک کر قریب سے لاش دیکھی تھی۔“

”میں ہاں..... اس کے سینے سے خون انلی رہا تھا۔“

”عجیب لاش تھی کہیں زمین پر خون کا دھپہ تک دکھائی نہیں دیتا۔“ کوتوالی انجارج نے

جگ کر شارچ کی روشنی میں زمین کو خور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں حرم کما کر.....!“

”بس بس..... رہنے دو۔ خواہ تو وہ وقت برپا کر لیا۔“ کوتوالی انجارج نے اس کی بات

کا لٹک ہوئے کہا۔

”میں کہتا ہوں سرکار بھوت.....!“

”خاکیں.....!“ اچاک فائز کی آواز نے سب کو بولکھا دیا۔ کوتولی انجارج کا ہاتھ پرستول کے کیس می پر تھا کہ دوسرا فائز ہوا۔ پھر تیرا..... چھٹا..... اب ایسا معلوم ہوا رہا تھا جیسے بہت سے آدمی بیک وقت بندوقیں چلا رہے ہوں۔ کوتولی انجارج اور سب انکلز نے اپنے پستول نکال کر رخنوں کی آڑ لے لی۔ لیکن انہیں جلدی وہاں سے عماگنا پڑا کیونکہ ان کے پیچے سے بھی فائز ہونے شروع ہو گئے تھے۔ خفاک ایک جیج سنائی دی۔ پھر دوسرا اور ایک سپاہی لڑکہ را کر گر پڑا۔ پھر اٹھ کر بھاگا۔ یہ لوگ بدقت تمام لاری لمح بھی کیے۔ جس وقت ذرا بیچ لاری بیک کر رہا تھا قریب می سے دوبارہ فائز ہونے شروع ہو گئے۔

لاری تھر فرانسی سے شہر کی طرف جا رہی تھی۔ فائز اب تک سنائی دے رہے تھے۔ ایک سپاہی کے بازو پر گولی گئی تھی۔ وہ سیٹ پر پڑا کراہ رہا تھا۔

”لیکن..... وہ..... وہ کہاں گیا۔“ سب انکلز نے مجرم کوئی آواز میں کہا۔

”جنم میں.....!“ کوتولی انجارج نے لٹک لجھ میں کہا۔ ”مجھے سے زیادہ احتی شاید روئے زمین پر نہ ملے۔ آخر میں ابھی طرح الہمنان کے بغیر اس کے ساتھ چلا کیوں آیا۔ کم جنت کا پہ بھی تو معلوم نہ ہو سکا۔ ہم لوگوں کی جان لیتے کی ایک بھتری سازش تھی۔“

”مگر صاحب..... وہ کسی طرح بھی جو نہیں معلوم ہوتا تھا۔“ سب انکلز نے کہا۔

”بائیں سال سے اس محلے میں جنگ نہیں مارتا رہا داروغہ تھی۔“ کوتولی انجارج نے محلہ لجھ میں کہا۔ ”ابھی آپ کا تجربہ ہی لکھا ہے۔ میں ایک میل سے محروم کی یوں سکھ لیتا ہوں۔ وہ شروع می سے ملکوک تھا۔ آخر دہی ہوا جس کا کھا تھا۔ بھر کیسی بہت بڑے اور متغیر گروہ کا کام معلوم ہوتا ہے۔“

”اے اس کا تو مجھے خیال می نہ آیا تھا۔“ سب انکلز جلدی سے بولتا۔ ”والہ بال بال
تھے گئے۔“

”ابتدی بچارہ کرنے سعید بُری طرح رُخی ہو گیا۔“ کوتولی انجارج نے کہا۔ ”اب سیری کچھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں پر نہ نہ نہ صاحب کو اپنی اس حماقت کا کیا جواب دوں گا۔“

تموڑی دیر بعد وہ سب چپ ہو گئے۔ البتہ کرن عجم کی کراہیں اب تک جاری تھیں۔
قیمت میکن تھا کہ گولی بڑی کوکوئی نقصان پہنچائے بغیر بازو کے گوشت کو چمیدتی ہوئی کل کل گئی۔

”کیوں نہ ہم لوگ پھر وہیں ٹھیں، اس طرح بھاگ لکھنا تو نجیب نہیں۔“ سب اسکلرنے کہا۔

”پاگل ہوئے ہو۔“ اخخارج بولا۔ ”ہمارے پاس دو پستوں کے علاوہ اور ہے ہی کیا۔

”اُہر نہ جانے کتنے ہوں۔ سیر اخیال ہے کہ پندرہ میں سے کم نہ ہوں گے۔“

”عجیب حادثت ہوئی۔“ سب اسکلرنے آہستہ سے بولا۔

سرٹک پر جوتا

”دوسرے دن صحیح بجھے دھرم پورہ کا جنگل سلسلہ پیلس کے جوتوں کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔ قرب و جوار کے دیہاتوں سے تقریباً تین سو آدمی تھے میں گرفتار کئے گئے جن پر کوتولی میں بے تحاش لاثیاں اور جوتے برس رہے تھے۔ ان میں سے کوئی تو اتنی شدت سے پٹے تھے کہ انہیں خش آگیا۔ لیکن نتیجہ صفر۔ کوئی خاص سراغ نہ سکا۔ آخر چار پانچ گھنٹوں کی سلسلہ جانشناختی کے بعد محالہ جنگل سراغِ رسانی کے پرداز کر دیا گیا۔

راج روپ گر کس کے شہرت یا ذائقہ اسکلرنے فریدی اور سرجنت حیدر کو کوتولی بھیج پکے کھے تھے۔

واقعات کا علم انہیں پہلے ہی سے تھا لیکن انہوں نے کوتولی اخخارج وغیرہ کے یہاں تاں دوبارہ سے اور ایک چکر دھرم پور کے جنگلوں کا بھی لگا آئے۔ دن بھر کی دوڑ روپ کے بعد جب وہ کوتولی داہیں آئے تو کسی چیزے طوریہ اندراز میں ان پر مسکارہ ہے تھے فریدی تو اس قسم کے واقعات کو خس کر گا۔ سرجنت حیدر نے ناک بھوں چڑھا لی۔ اسے ایمید تھی کہ فریدی جلد ہی کوئی سراغ نہ کر اس خفت سے بچا چڑھائے گا۔ خود اس کا ذہن بُری طرح الجماہ ہوا تھا۔

سوچتے سوچتے دنخاں کی آنکھیں چک انس۔

”امیر صاحب....!“ اس نے فریدی کو جاطلب کرتے ہوئے کہا۔ ”تم لوگ بھی کتنے بدھو چیز۔“

”کیا مطلب ہے؟“ فریدی نے اسے گھوڑے ہوئے کہا۔

”مطلوب کیا؟ وہی حش ہے..... پچ بغل میں، ڈھنڈرا شہر میں۔ اسے لااحل والا.....“

کتنے کا مطلب یہ کہ لرم کا سراغ ل گیا۔ ”جید نے پھلی بھاجاتے ہوئے کہا۔

”کیا جھیں مجھ پر شبہ ہے؟“ فریدی نے سکرا کر کہا۔

”خیر و قرآنی چیز ہے۔ میری چینے ٹھوکے..... کتنے قوتاواں۔“

”مجھے افسوس ہے کہ اس وقت ٹھوکنے کی کلی چیز میرے ہاتھ میں نہیں ختم ہتا۔“

”مودھ سائیکل..... لرم نے اپنی مودھ سائیکل رات تینیں چھوڑی تھی تا۔“ جید نے کہا۔

”بہت دری میں پہنچے..... مجھے جی کو خیال آیا تھا لیکن اس کی مودھ سائیکل قطی اسی نہیں ہو سکتی جو اس کا پہنچانہ تادے فریدی نے سارہ لاتے ہوئے کہا۔“

”پھر بھی دیکھ لینے میں کیا ہرج ہے؟“ جید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

دوفون کو کتوالی اچھارج کے ہمراہ دہاں پہنچے جہاں رات لرم نے اپنی مودھ سائیکل چھوڑی تھی۔ مودھ سائیکل بھی سک و دیں کمری تھی۔

”دیکھو..... میں تکھتا تھا۔“ فریدی نے کہا۔ ”نمبر کی پلیٹ نکال لی گئی ہے۔“

”لیکن کہی کا نمبر تو ضرور ہو گا۔“ جید نے جک کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اور یہ بھی اربت دیا گیا ہے۔“ فریدی نے قیقبہ لگایا۔ حید بھی کھیانہ و کر ہٹنے لگا۔

”تم لوگ نے گماہن میں ہیں۔..... فریدی صاحب؟“ کتوالی اچھارج نے فس کر کہا۔

”پہلے عی دیکھ کر ٹھینان کر پکے ہیں۔“

”لیکن ٹھیرے.....!“ فریدی نے زمین پر کچھ دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آپ نے ایک بات نہ دیکھی ہو گی۔“

”کیا.....؟“

”میں کر کبھی کافر نہیں کوتوvalی میں اسی جگہ آج ہی کسی وقت صاف کیا گیا ہے۔“

”می.....!“ کوتوvalی اخخارج نے حیرت سے دیے پھاڑتے ہوئے کہا۔

”بھی ہاں..... یہ دیکھئے۔ کیا آپ زمین پر لوہے کی ریت نہیں دیکھ رہے ہیں۔“

”اوہ..... یہ غلط ہوئی۔“ کوتوvalی اخخارج نے ہاتھ لٹھنے ہوئے کہا۔

”انہیں باریکیوں کے لئے تو ہم خاساروں کو تکلیف دی جاتی ہے۔“ سرجنت حیدرنے
تن کریسٹنے پر ہاتھ ملا تے ہوئے کہا۔

”لیکن اس سے کیا..... ملزم ہر حال ابھی تک پر وہ راز ہی میں ہے۔“ کوتوvalی اخخارج
نے جھینکا کر کہا۔

”میں نہیں بس یہ سمجھتے کہ اب وہ ہماری جبب میں رکھا ہوا ہے۔“ حیدر نے مسکرا کر کہا۔

”خیر دیکھا جائے گا۔ نہ گھوڑا دور نہ میدان۔“ کوتوvalی اخخارج نے جانے کے لئے
مرتے ہوئے کہا۔

سرجنٹ حیدر فاکس ٹریٹ کی دھن میں سنتی بھانے لگا۔

فریبڑی کا ذہن مختلف حرم کی گھیان سلمانے میں معروف تھا۔ آخر کار وہ کوتوvalی اخخارج کو
خاطب کر کے بولा۔

”فادع فضی..... لمب یہ بات تو اچھی طرح واضح ہو گئی کہ ملزم یا ملزموں کا تباہ آپ ہی تھے۔“

”کیوں..... میں یہ تھا۔“ کوتوvalی پچھک کر بولा۔

”آپ کے بیان کے طبق رات پانچ سب انکھیں اور چالیس سپاٹی ڈیوبٹی پر تھے۔ ان
میں سے آپ کسی کو بھی مخفی کر سکتے تھے۔ اس لئے ان میں سے کسی ایک کو مارنا لئے کا سوال
ہی نہیں پیدا ہوتا اور نتایہ ہے کہ ملزم پر کوتوvalی ہی کے حلقے میں ہے اس لئے قل دغیرہ کے سلسلے
میں موجود واردات پر آپ ہی کا پیچھا ہیچکی ہو سکتا ہے۔“

”اوہ..... اس کا تو مجھے خیال نہیں آیا تھا۔“ کوتوvalی اخخارج نے بیچتی سے کہا۔

"اب آپ یہ تائیے کہ آپ کا شیر کس پر ہے۔"

"بھال میں کیسے ہتا ہوں۔۔۔ شہر کا ہر بد معماش میرا دُن ہو سکتا ہے۔" کوتولی انچارج نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"بہر حال آپ ہمیں کوئی مد نہیں دے سکتے۔" حید نے فس کر کہا۔

"حید صاحب میں آپ سے استھان کروں گا!.....!"

"حید تم چپ رہو۔" اپکلفریدی نے حید کو محورتے ہوئے کہا۔ "ہاں داروغہ تی کیا پڑتے روڑ کے چورا ہے کے قریب کوئی بھی بھی ہے؟"

"ہاں ایک چور سامان ہاں ہے، ہمیں پوری طرح اسکا قابلہ ہاں سے تقریباً چار لاکھ ہو گا۔"

"میرا خیال ہے کہ میں اس وقت وہاں چاکر تینیں کروں۔" اپکلفریدی نے کہا۔

"لیکن آپ کو وہاں اس وقت صرف عورتیں اور بچے ٹھیں گے۔ وہاں کے سارے مردوں نہیں حوالات میں ہیں۔"

"تب تو اور بھی اچھا ہے۔" حید نے اپنا چکا ہوٹ چاٹھے ہوئے کہا۔ فریدی نے اسے پھر گھور کر دیکھا اور وہ یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔ لیکن یہ سنجیدگی اتنی محکمہ خیز تھی کہ جھلایا ہوا کوتوالی انچارج بھی سکرانے پر بخیر نہ رہ سکا۔ حید کی بے وقت کی طرفی ناچار ہر کسی فریدی کو اکثر بڑی کمل جاتی تھیں۔ اس کی اسی عادت کی بناء پر فریدی عموماً کہا کرنا تھا کہ وہ زندگی میں ایک اچھا جاسوس نہیں بن سکتا۔

فریدی کو اس کی اس وقت کی بے اگلی باقتوں پر خفت خص آ رہا تھا۔ لیکن چند جوں کے بعد اس کا ذہن اپھر اصل تصدیق کی طرف آ گیا۔

چون پوری طرف روانہ ہوتے وقت فریدی نے اس سب اپکل کو بھی ساتھ ملے لیا جو رات والے حادثے میں کوتوالی انچارج کے ساتھ تھا۔ آہستہ آہستہ تاریکی بڑھتی چاری تھی۔

اپکلفریدی کی کاربری کچورا کر کچے راستے پر چلی چاری تھی۔

"اپکلفریدی صاحب! ایک بات میری کچھ میں نہیں آتی۔ سب اپکل بولا۔" خود آپ

بھی ہوتے تو اس کی حالت دیکھتے ہوئے اس کے میان کی مدد اقت میں شہری کرتے۔ ”
”یہ سب کچھ درست ہے۔“ فریدی نے بجا ہوا سکار سلاٹے ہوئے کہا۔ ”لیکن میں اس
کا تجھ پر نشان دریافت کئے بغیر ہرگز اس کے ساتھ نہ جاتا۔ جب ت اس بات پر ہے کہ سدھر
صاحب نے روائی لکھنے کی بھی زحمت گوارا رکھی۔“

”فہیں صاحب..... روائی تو لکھی گئی تھی۔“ سب اپکر نے جلدی سے کہا۔
”داروغہ تھی میں کوئی پچ تو ہوں نہیں۔ کیا میں اتنا بھی نہیں سمجھ سکتا کہ روائی خادڑے کے
بعد لکھی گئی ہے۔“ فریدی نے تراسامنہ بناؤ کر کہا۔

”خبر یہ کوئی تھی بات نہیں۔ آپ عی نہیں۔ آپ کا جھنڈا یوں بھی ہم لوگوں کے حقوق
کیلی اپنی رائے نہیں رکتا۔ لیکن یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ روائی خادڑے کے بعد لکھی
گئی ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ روزناچے میں اس نمبر کا کوئی کروہ ہے یہی نہیں اور سربراہ
ہوئی کا ایک اچھے پولیس کا دیکھا ہوا ہے اس میں بے دنام ہوٹل کا قنشت تو میرے خیال سے
محمولی سے محمولی کا نشیل کے ذہن میں بھی ہو گا کیونکہ پولیس متعدد بار اس پر چھال پہ مار جکی
ہے اصل واقعہ مجھ سے سنے۔ آپ لوگ بغیر پوچھ گئے کہ طرم کے ساتھ جل پڑے تھے۔ بعد
میں سدھر صاحب کو اس غلطی کا احساس ہوا۔ وہ اپنی پر جب وہ روائی لکھنے پڑئے تو کم برآہٹ میں
کرے کا نمبر لکھ گئے۔ میں نے کیس ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے پہلے روائی عی دیکھی
تھی۔ اس وقت سدھر صاحب بھی موجود تھے۔ غالباً اسی وقت انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔
اس کے بعد اپنی تھوڑی دریکل طرم کے جلیے کے لئے مجھے دبارة روائی دیکھنی پڑی۔ آپ کو یہ
من کر جھرت ہو گی کرے کا پہلا نمبر بلیڈ سے کمرچ کر اس کی جگہ در اس نمبر لکھ دیا گیا تھا۔
جس کی سیاہی کا نکل کر درا ہو جانے کی وجہ سے جمل گئی تھی۔“ فریدی خاموش ہو گیا اور سر جنت
چید پہنچنے لگا۔

”صاحب یہ بات میری سمجھ میں تو آئی نہیں۔“ آپ لوگ ہم لوگوں کے پارے میں
بہت نہ رکھتے خیالات رکھتے ہیں۔“ سب اپکر نے جھنپ مٹانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”ہم لوگ آپ لوگوں کے بارے میں نہ رے خیالات رکھتے پر محظوظ ہیں۔ آخوندی حد بھی ہے۔ کوتولی میں رکھی ہوئی موڑ سائکل کا نمبر کوئی رہت کر چلا جائے اور آپ لوگوں کو خبر بھی نہ ہو۔“

”واتھی یہ چیز ضرور جبرت انگریز ہے۔“ سب اسکر نے کہا۔
”اور اسی عادہ پر میرا خیال ہے کہ کوتولی کا کوئی فرد میر صاحب کی جان کا دشمن ہے جا پھر ان کے دشمنوں سے ملا ہے۔ کوئی باہر کا آدمی اتنی ہمت نہیں کر سکتا۔“ فریدی نے کہا۔ آپ کا خیال درست ہے لیکن وہ کون ہو سکتا ہے۔“
”لیکن تو وکھنا ہے۔“

کار پکھن پور میں داخل ہو رہی تھی۔ وہاں تقریباً دو گھنٹے تک چھان میں کرنے کے بعد بھی کوئی سراغ نہیں سکا۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہوا کہ وہاں کے لوگوں نے قاتلوں کی آوازیں سنی تھیں۔ لیکن یہ ان کے لئے کوئی حقیقتی یا بت نہ تھی کیونکہ وہاں آئے دن خداربوں کی بنو قبس چلا ہی کرتی تھیں۔

وہاں میں سب اسکر نے فریدی سے کہا۔
”اسکر صاحب کیا جاؤں۔“ واتھی ہم لوگوں نےخت غلطی کی کہ ملزم کا پچھہ معلوم کئے بغیر اس کے ساتھ چلے گئے اور یہ بھی گھج ہے کہ روائی حادثے سے بعد لکھی گئی تھی۔“
”لیکن مجھے امید ہے کہ آپ لوگ یہ بات اپنے ہیں تک رکھیں گے۔“
”مگر یہ کیسے ممکن ہے۔“ حمید جلدی سے پوچھا۔

فریدی خاموش تھا۔ اس کی ناچیں باہر اندر ہرے میں بھک رہی تھیں۔ انکیوں میں دبایا ہوا سگار بکھ چکا تھا۔ دن بھر کی دوڑ دوپ کے باوجود ہو گئی کوئی خاص تغیر ہر آمد نہیں ہوا تھا۔ یہ شاید پہلا موقع تھا کہ اس کی تفتیش کا ایک دن اس طرح خالی ہو رہا تھا۔

”اگر میں نے اس کی کوئی خاص ضرورت نہ سمجھی تو اسے رازی رکھوں گا۔“ فریدی نے آہتہ سے کہا اور سگار سلاک نے لگ گیا۔

”شکری.....!“ سب انکھر نے امینان کا سائنس لیا۔

پھر خاموشی چھا گئی۔

کار کی روشنی ہار کی کا سیدھی جتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھی تھی۔ لفکٹ سڑک کے باسیں کنارے کی جمازوں سے تین چار گیروں تکل کر سڑک پار کرتے ہوئے داسیں کنارے کی جمازوں میں سکھ کئے۔ انہیں سے ایک کے منہ میں دبی ہوئی کوئی پیچھے سڑک پر گرپڑی۔ کار تیزی میں اسے رومنتی ہوئی آگے کلکی جا رہی تھی کہ دھنلا فریڈی چینا۔ ”حید... روکو... روکو...“ کار ایک جھٹکے سے رک گئی۔

”کیا بات ہے۔“ انکھر حیرت زدہ لمحج میں بولا۔

”اے... آئیے حید ذرا مجھے تارچ دینا۔“ فریڈی نے کار سے اترنے ہوئے کہا۔

تارچ کی روشنی سڑک پر پڑے ہوئے جوتے کے گرد و دارہ بنا رہی تھی۔

فریڈی نے جوتے کو اٹھا کر تارچ کی روشنی میں دیکھنا شروع کیا۔

”بہنا تو یا معلوم ہتا ہے لیکن یہ بھاں کیسے آیا۔“ حید نے کہا۔

”یہ انہیں گیروں میں سے ایک کے منہ میں دبایا تھا۔“ فریڈی جوتے پر نظریں جھائے آہست سے بولا۔ اس کے ڈھن میں خیالات کا تار سا بندھ کر رہا گیا تھا۔ اس تھوڑے سے وقت میں یکے بعد دیگرے نہ جانے کئے خیالات آئے تھے۔ تارچ کی روشنی میں جمازوں سے الجھتا ہوا وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ حید اور سب انکھر بھی اس کے پیچے پیچے ہل رہے تھے۔ انہیں اس کے اس رویہ پر بخت حیرت تھی، لیکن وہ خاموش تھے۔

دھنلا فریڈی رک گیا۔ جمازوں ہٹا کر وہ دوسری طرف کچھ دیکھ رہا تھا۔ سب انکھر اور حید بھی رک گئے۔ تھوڑی دیر بعد فریڈی مڑ کر بولا۔ ”وادو غریبی آپ بھوقوں پر یعنی رکھتے ہیں یا نہیں؟“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ سب انکھر نے کہا۔ لیکن نہ جانے کیسیں اس پر کچھنا

طاری ہو گئی۔

”مطلوب یہ کہ اگر آپ اس وقت اس جگل میں کسی جگہ ایک آدمی کی ٹاگنگ زمین کے اندر سے نکلی ہوئی دیکھ لیں تو آپ کا کیا حال ہو۔“

”غایباً روح نفس غیری سے پرواز کر جائے۔“ حمید نہیں کر بولा۔

”اچھا تو پہلے تم ہی آؤ۔۔۔!“ فریدی نے سمجھی گئی سے کہا۔

حید آگے بڑھا۔ لیکن درستے ہی لمحے میں اسے ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے اسے پہچے دھکیل دیا ہو۔ وہ بُری طرح کاتپ رہا تھا۔

”صحن۔۔۔ ضرور۔۔۔ سمجھو۔۔۔ ت۔۔۔!“ حمید ہکلانے لگا۔

”لبی رخصت ہو گئی ساری شرارت۔۔۔!“ فریدی نے فس کر کہا۔ ”آئے داروغہ میں آپ بھی دیکھئے۔“

”بھی۔۔۔ بھی۔۔۔ میں۔۔۔!“ داروغہ میں حید کی حالت دیکھ کر آگے بڑھتے کی ہمت نہ کر سکے۔

”بھی کمال کر دیا آپ لوگوں نے۔۔۔ آئے میرے ساتھ۔“ فریدی کہتا ہوا جھاڑیوں میں گھس گیا۔ حید اور سب اپنے کو بھی طوعاً و کرہنا ساتھ دینا ہی پڑا۔ ایک جگہ تھوڑی کھدی ہوئی زمین سے ایک انسانی ہڈ بہر لکھا ہوا تھا۔ چلوں کا پانچھا کئی جگہ سے پھانا ہوا تھا اور ننگے پاؤں میں لی لی خداشیں تھیں۔

”کیا سمجھے۔“ فریدی اپنے دو ٹوں خوفزدہ ساتھیوں کی طرف مُرکر بولा۔

دو ٹوں خاموشی سے اس کامن سکتے رہے۔

”یہ جوتا اسی ہڈ کا ہے۔ گیزوں نے یہاں کی زمین کھودی ہے۔ وہ لاش کی ایک ٹاگ نکال پائے تھے کہ موڑ کے شور کی وجہ سے انہیں بھاگنا پڑا۔ غایباً وہ اس کی ٹاگ سمجھ کر باہر کلاں کی کوشش کر رہے تھے۔ اسی جدوجہد میں اس کا جوتا اتر گیا اور ایک گیڑ لے بھاگا۔“

”کرے بھی۔۔۔ یوں کھڑے میری صورت کیوں دیکھ رہے ہو۔“

”جو بتائیے وہ کیا جائے۔“ سب اپنے اپنے ٹنکل ہوتوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولा۔

”آئی میں پناکر اسے فاٹلیں۔“ فریدی نے بیٹھنے ہوئے کہا۔ ”جید تم تاریخ دکھاؤ۔“
فریدی اور سب اسکر نے مٹی پٹانی شروع کی۔ ایک گھنٹے کی محنت کے بعد وہ لاش کو
ٹالنے میں کامیاب ہو گئے۔

”ارے....!“ سب اسکر چونکہ کریچپے ہوت گیا۔

”کیا بات ہے؟“ فریدی نے پوچھا۔

”یہ وہی ہے، خدا کی حرم وہی ہے۔“ سب اسکر بے اختیار جیچ اٹھا۔ ”وہی جو ہمیں کل
رات سہاں ایسا تھا۔“

”بہر حال.....!“ فریدی نے اطمینان کا سائنس لے کر کہا۔ ” بعض اوقات میرے ہوائی
تلے بھی چیز ہو جاتے ہیں۔ مجھے شروع ہی سے اس کی آمد تھی۔“

”یہاں جیب واقع ہے۔ میری تو عالم پکار کھاری ہے۔“ سب اسکر پڑھانی کے لئے میں
بول۔ تقریباً آدم گھنٹے تک تیوں مختلف زاویوں سے لاش کے حقن اتھار خیال کرتے رہے۔
”خراب یہاں اس طرح کھڑے رہتا تھا جیک نہیں ہے۔ آئے اسے اٹھا کر کارک لے
چلیں۔“ فریدی نے سگار ایک طرف چھکتے ہوئے کہا۔

پُر اسرار ضلع دار

اس خیلے اکشاف پر دوسرے دن سارے شہر میں پھیل چکی۔ اب ماحلاہ حدود جیجیدہ
ہو گیا تھا۔ وہ شخص جسے لوگ بخوبی سمجھ رہے تھے خود کسی کا فحاذ قابض ہوا۔ لاش اسی سکت کو قابليٰ ہی
میں تھی۔ فریدی اور چند دوسرے جاؤں لاش کا مجاہد کر رہے تھے۔ مخول ایک قبول صورت
اور توہر آدمی تھا۔ لباس کی عمرگی سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کوئی جموں آدمی ہے۔ لیکن اس کے
پاس سے کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔ جس سے اس کی تھیست پر روشنی پڑکتی۔ میرزا علیل کا لائسنس

نمبر اور کہنی کا نمبر دنوں پہلے یہ عائب ہو چکے تھے فریدی بھجن میں پڑ گیا تھا۔

”کیون بھی حمد کیا خیال ہے“ فریدی نے سر جنت حمد سے کہا۔

”بھی تھے تو خیال کا خیال بھی عمار ہے“ حمد نے کہا۔ ”لیکن یہ آپ کس طرح تھے

کہ یہ آدمی مجرموں کا ساتھی تھیں تھا۔“

”تمہارے اس سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہارا ذہن کی خاص لائن پر کام کر رہا ہے۔“

فریدی نے کہا۔

”کیا یہ ممکن تھیں کہ کوتوالی اپنے ارجمند کے چٹنے پر مجرموں نے اپنے ساتھی کو اس لئے
موت کے گھاٹ اتار دیا ہو کہ کلیں وہ پوپیس کے تھے چڑھ کر سارا راز جانندے۔“ سر جنت
حمد نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

”یہ تو کہی بات نہ ہوئی۔“ فریدی بولا۔ ”امیر ہے میں سہما بھی گولی لگ جانے کا
امکان ہے۔ ہاں یہ بھی درست ہو سکتا ہے لیکن یہ کہکھ مان لیا جائے کہ مجرموں کا ساتھی یعنی تھا۔
مخفی اس لئے کہ ایک صورت میں اسے دفن کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر انہیں اس بات کا
اعدیشہ ہوتا تو وہ اس کی وجہ سے بچا ہوئے جائیں گے تو وہ اسے کبھی کوتوالی نہ سمجھے اور اگر انہیں
اس کا خذش نہیں تھا تو پھر لاش کے دفن کرنے کی وجہ سمجھے میں نہیں آسکتی۔ دیکھو ایک لاش کا دفن
کرنا آسان کام نہیں۔ اس کے تمام انتظامات مکمل ہونے کے باوجود بھی اس کے لئے کم از کم
ایک گھنٹہ چاہئے۔ اگر وہ ان کا ساتھی تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ خود بھی اپنی جان دینا
چاہے تھے۔ یا بالکل یعنی اپنی تھے کہ کل انہیں اس کا بھی خیال نہ آیا کہ اتنی دری میں اگر پوپیس
والے کسی قریب کے گاؤں میں سے کچھ آدمی لے کر واپس آگئے تو کیا ہوگا۔ اس کی لاش دفن
کروں ہاں کے لئے یقیناً بچاؤ کی صورت رکھتا تھا۔ جیسی انہوں نے اتنا جدا اخطرہ مول لیا۔ جیسا
کہ تمہارا خیال ہے کہ یہ حرکت کسی مظلوم گروہ کی ہے۔ تو یہ ایسی طرح بچھو لو کہ ایسا گروہ اپنے کسی
پرانے یا آسانی سے بچا ہوئے جانے والے آدمی کو ایسے کاموں کیلئے نہیں منتخب کرتا۔ اس کیلئے
وہ بھی کسی نئے آدمی کو پہنچتا ہے تاکہ اگر وہ پکڑ لیا جائے تو کسی حرم کا کوئی راز ظاہر نہ ہو سکے۔“

”چلے میں نے مان لیا۔“ حیدر نے کہا۔ ”لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مجرموں کو خاص طور سے اسی آدمی کو قتل کرنا تھا تو آخر اس قدر بچا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے پولیس کو باقاعدہ بچانے کے لئے ایک آدمی کو قتل کیا۔ اس طرح انہوں نے باقاعدہ اپنے گئے ایک مصیت ڈال لی۔ اگر اسے مارنا ہی مقصود تھا تو یہ عی مار کر دفن کر دیتے۔“

”تمہاری ذہانت کا میں عرصہ سے قائل ہوں۔“ فریدی سکرا کر بولا۔ ”لیکن جنہیں کہ اس طرح انہوں نے پولیس کو غلط راستے پر لگانے کی کوشش کی ہو۔ فرض کرو کہ میں جسمی قتل کرنا پڑتا ہوں۔ اگر میں نے جسمی قتل کر کے وہن کر بھی دیا تمہاری گشادگی یقیناً کچھ خوب کے بعد لوگوں کو تمہارے متعلق سوچنے پر مجور کردے گی اور میرے قتل کر دینے کی وجہ اگر انکی ہے جسے کچھ لوگ جانتے ہیں تو یہ قتل میرے لئے یقینی بڑی مصیت کا باعث ہو جائے گا۔ لیکن اگر مجھ میں ذرا سی بھی ذہانت ہے تو میں جسمی چھاپ کر قتل کرنے کی بجائے حکم کھلافل کر دوں گا۔ اب اس کا طریقہ سنو۔ فرض کرو تم دو بچے رات کو ہرم پور کے جنگلوں سے گزر رہے ہو اور مجھے مردہ سمجھ کر یقیناً پولیس کو اس کی اطلاع دیتے جاؤ گے اور یہ بھی سمجھ رکھو کہ تمہاری قبر بھی میں پہلے ہی تیار کر کر گئی ہے۔ جیسے ہی تم پولیس کو ساتھ لے کر آؤ گے تم لوگوں پر گولیوں کی بوجھاڑا شروع ہو جائے گی اور دوسروں کو بچاتے ہوئے صرف تم نشاندہ نالے جاؤ گے۔ گولیوں کی اندر حادثہ بوجھاڑ سے گھرا کر دوسرے لوگ بھاگ کر لے ہوں گے۔ اس کے بعد میں تمہاری ادائی پہلے سے کھدے ہوئے گزھے میں دفن کر دوں گا۔ واپسی میں جب پولیس والے جسمیں ساتھ نہ پائیں گے تو تمہارے متعلق ان کا شریعتیں میں تبدیل ہو جائے گا اور وہ جسمیں بجم جسم سمجھ کر تمہاری ادائی شروع کر دیں گے۔ اس طرح ایک طرف تو میں جسمیں قتل بھی کر دوں گا اور جسمیں عی مجرم بھی بنادوں گا اور خود مطمئن ہو کر ہڑے کروں گا۔ کیا سمجھے.....! اور پھر اگر میں زیادہ ذہین ہوا تو پولیس کے شہی کو ہر یہ تقویت دیتے کے لئے تمہاری مدد سائیل کے نمبر بھی عائب کر دوں گا۔ وہ بھی حق کوتولی سے۔ لیکن افسوس صد افسوس کر میں ان کم بخت گیلزوں کا کچھ دن بazar

سکون کا اور آخر کار انہی کی بدولت میری گرفتاری بھی مل میں آجائے گی۔”
”مگر صاحب انتہا جانے کیوں میرا دل کھپڑا ہے کہ یہ شخص بخوبی کا ساتھی ہے۔“ حید
نے کہا۔

”بھی یہ ہے جاسوسی کا معاملہ۔۔۔ مشق کا سلسلہ تو ہے نہیں کہ دل کے فرمان پر مل کیا
جائے۔۔۔ یہاں تو صرف دماغ کی باتیں تسلیم کی جاتی ہیں۔۔۔“ فریدی نے بیکھے ہوئے سکار کو
سلکاتے ہوئے کہا۔

”خیر چلے! اگر میں اسے مان بھی لوں گا تو درخت والا معاملہ بجھ میں نہیں آتا۔۔۔ آدھے
گھنٹے میں اسی تصور درخت کو کاٹ گرانا قطیل نامنگن ہے۔۔۔“

”تو میں کب کہتا ہوں کہ یہ نامنگن ہے کہ درخت کے کاشنے کا کام صحی سے شروع کر دیا
گیا ہو اور اس کا اتنا حصہ کاٹ کر چھوڑ دیا گیا ہو کہ بقیہ حصہ تھوڑی دیر کی محنت سے کاٹ کر
درخت گر لیا جائے۔۔۔ تم نے شاید غور نہیں کیا۔۔۔ اسی لائن کے کئی اور درخت بھی کاٹے گئے ہیں۔۔۔
 غالباً یہ کام ڈسٹرکٹ یورڈ کی طرف سے ہو رہا ہے۔۔۔ حالانکہ مجھے اس میں شہر ہے۔۔۔ بظاہر
ڈسٹرکٹ یورڈ کے علاوہ کوئی اور ان درختوں کو تاقوونا کرو بھی نہیں سکتا اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ
کوئی سرکاری ادارہ اپنی ذمہ داری پر احتیح ہوئے درخت کو اپنی خطرناک حالت میں چھوڑ جائے
جو آدمی سے گھنٹے کی محنت سے گر لیا جائے۔۔۔ کیونکہ اتنا بھاری مجرم درخت اپنی حالت میں خیر ہوا کا
ایک جھوٹا بھی نہیں برداشت کر سکتا۔۔۔“

”واقعی مانتا ہوں۔۔۔“ حید نے حیرت سے فریدی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”واللہ آپ کو تو
اسکات لینڈ یارڈ میں ہونا چاہئے تھا۔۔۔ یہ تو میں کہوں گا کہ ماہروں کی کوئی قدر نہیں۔۔۔ اب اسی کو
دیکھ لیجئے کہ آپ آج تک چیف اسپلائر ہو سکتے۔۔۔“

”تو میں چیف اسپلائز ہونا کب چاہتا ہوں۔۔۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔ ”چیف اسپلائز ہونے
کے بعد میری جیشیت ایک بلکر کی کسی ہو جائے گی اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کر میں اس لائن میں
پیسہ بیدا کرنے نہیں آیا اور وہ مجھے ہبھوں ہی کالا لٹھ ہے۔۔۔ میرے پاس اتنا سرہماںی موجود ہے کہ

پیکار رہ کر بھی فارغ الابالی کی زندگی بر کر سکتا ہوں۔ اگر ہندوستان میں پاہنچیت جا سوں
کے لئے چانوں کوئی جگہ ہوتی تو مجھے اتنی دروسی مولیٰ یعنی کوئی ضرورت نہ تھی۔ میں اسی
حیثیت سے اپنی مکھی طبیعت کو تکین دے لیتا۔

”آپ کہیں گے میں چالپڑی کر رہا ہوں۔“ حید نے کہا۔ ”لیکن میں کہے بغیر نہیں رہ سکتا
کہ آپ جیسا آدمی آج تک میری نظروں سے بھیں گزر۔ بعض اوقات تو میں یہ سوچنے لگتا
ہوں کہ شاید آپ لوہے کے بنے ہیں۔“

”اور بہت سے لوگ مجھے لوہے کا چنانچہ سمجھتے ہیں۔“ فریدی نے نفس کر کہا۔

”لیکن یہ آج تک میری سمجھ میں نہ آیا کہ آخر آپ سورتوں سے کیوں دور بھاگتے ہیں۔“

شادی کیوں خیل کرتے.....؟“

”پھر وہی عورت.....؟“ فریدی نے حید کو سمجھتے ہوئے کہا۔ آخ تمہارے سر پر
عورت کیوں سوار ہے۔ کہیں سے بات شروع ہو، آپ کی تاہم یہی عورت ہی پر ٹوٹی ہے۔ یہ
کیا حافظت ہے۔“

”آپ اسے حافظت کرتے ہیں۔“ حید نے سمجھی گی سے کہا۔

”اچھا بکوت.....ابھی بہت کام کرنا ہے۔ چلوڑ شرکت بورڈ کے دفتر میں۔“

ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں ان دونوں کی آمد سے بھونچاں سا آگیا۔ معمولی سے چھپر اسی
سے لے کر جیتر میں تک خود کو چور محسوس کرنے لگے۔ لوكل سیلکلور شنٹ کے کسی بھی شبے کے
دفتر میں کسی جا سوں کی غیر متوجہ آمد وہاں کے کارکوں کے لئے بڑی سمجھی خبر ہوتی ہے۔ ان
کے سارے گزشتہ جرائم اور دھماکے بانیاں ان کی آنکھوں کے سامنے ناچنے لگتی ہیں اور ہر شخص
غیر شعوری طور پر ہھڑکیوں کے جزو کے اختقام کرنے لگتا ہے۔ لیکن یہاں فریدی کے کام کی
نویتی ہی کچھ اور تھی۔ دفتر کے محلے کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ ان ہر دردوں سے ملتا چاہتا ہے جو
ہم پور کے جنگلوں میں درخت کاٹ رہے تھے تو اُنکی جان آئی۔ ہم پور کے جنگلوں کا
حاوش کافی مشہور ہو چکا تھا۔ اسلئے وہ بھی سمجھے کریے لوگ مخفی تفیض کے سلسلے میں آئے ہیں۔

دہاں کے مزدوں میں سے صرف دو اس وقت موجود تھے۔ فریدی انہیں الگ لے گیا۔

"تم لوگوں نے ایک خطرہ کی ظلمی کی ہے۔" فریدی نے آہت سے کہا۔

"یوں کے پھرے قبیلے ہو گئے تو وہ ایک دوسرے کی طرف میتی خیز نظریوں سے دیکھنے لگے۔"

"تم نے وہ درخت بڑک کی طرف کیوں گرا لایا تھا.....؟"

"صاحب! بڑک کی طرف تو ہم لوگوں نے کوئی درخت نہیں گرا لیا۔" انہیں سے ایک بولا۔

"یاد کرو وہ پہلی کا درخت جو چورا ہے سے کچھ دور ہٹ کر تھا۔"

"پہلیں صاحب! تم ایسی ظلمی پہلیں کر سکتے۔"

"خیر! اگر تم نے گرا لیں تھا تو اسے ایسی حالت میں چھوڑ دیا تھا کہ درخت تیز ہوا پڑتے ہوئے خود نکوڑ گجائے۔"

"پہلی تو..... مگر صاحب۔"

"صرف صاف چتا تو۔" فریدی خیر بھر میں بولا۔

"مجھے سے منئے صاحب.....!" دوسرا بولا۔ اب تو ظلمی ہو گئی ہے۔ جو کچھ بھی چڑے

گی جھکتی ہی ہوگی۔"

"ہاں ہاں ڈر ڈھیں..... ہمیں غربیں کامیاب طور پر خیال رہتا ہے۔ مگر چھائی شرط ہے۔"

فریدی اس کا شاند تکھستے ہوئے بولا۔

"خدا آپ کو خوش رکھے..... ہم لوگ بالکل بے تصور ہیں۔ ہماری ظلمی بیس.....!"

"ہاں ہاں کہو۔"

"صاحب ہوا یہ کہ ہم چار آدمی اس درخت کو کاٹ رہے تھے۔ شام ہو گئی تھی اور درخت

اتا کٹ گیا تھا کہ اس کی ڈالوں سے رسی پھنسا کر اسے آسانی سے درسی طرف گرا لیا جائے

تھا۔ ہم لوگ ستانے لگ گئے تھے اور ارادا تھا کہ اب اسے درسی طرف گردانی کر لے جائے کی

کے چھینجے کی آواز آئی۔ ہم لوگ چوک کپڑے۔ ایک آدمی ہمیں اپنی طرف دوڑتا ہوا دکھائی دیا۔

وہ "ہائے مارڈا لالا..... ہائے لوت لیا۔" کہتا ہوا ہمارے قریب کر پڑا۔ ہم لوگوں کے پوچھنے پر

اس نے بتایا کہ وہ کوٹ آف دارڈ کا حلچ دار ہے۔ گاؤں سے روپیہ وصول کر کے لا رہا تھا کہ اچانک دو آدمیوں نے اسے مار پیٹ کر روپیہ چین لیا۔ اس کے بیان کے مطابق حادثہ قرب عی ای وقت ہوا تھا۔ اس نے ہم چاروں غل بجاتے ہوئے اس کے جانے ہوئے راستے پر دوڑنے لگے۔ وہ بھی ہمارے ساتھ تھا۔ ایک بجکہ وہ رک گیا اور ایک جھاڑی سے ایک جھلی اخنا کر ہمیں دکھائی اور کہا کہ اسی جھلی میں روپے ہیں۔ شاید کبھی اہت میں یہ ان بدمعاشوں کے ہاتھ سے گر گئی۔ اس نے وہ جھلی رین پر الٹ دی اور پیٹھ کر دوڑنے لگا۔ واقعی اس جھلی میں سیکھروں روپے تھے۔ اس نے ہم لوگوں سے کہا کہ ہم اس کے ساتھ شہر میں کیونکہ وہ پولیس میں رپورٹ کرنا چاہتا ہے اور اسے یہ ذرخدا کر گئیں راہ میں وہ بدمعاش پھر نہل جائیں۔ ہم لوگوں نے انکا رکیا لیکن اس نے ہمیں سو روپے دینے کا وعدہ کر کے راضی کر لیا۔ ہم لوٹ آئے اور کلبہ ازے وغیرہ سنیوال کر شہر کی طرف میل پڑے۔ سو روپوں کے لائچ نے ہمیں پہ گئی نہ سوچنے دیا کہ درخت کو خطرناک حالت میں چوڑ کر جا رہے ہیں۔ شہر پہنچ کر اس نے کہا کہ باب پولیس میں رپورٹ کرنا بیکاری ہے۔ کیونکہ وہ روپے تو مل گئے ہیں پھر وہ ہمیں ایک شراب خانے میں لے گئی۔ ہم لوگ کبھی کبھی دلی شراب پی لیتے ہیں وہاں انگریزی شراب دیکھ کر ہمارے من میں پانی بھر آیا۔ ہم میں ایک ایسا بھی تھا جو شراب نہیں پیتا تھا، لیکن اور درمری کھانے پئیئے کی عمود چیزیں دیکھ کر وہ بھی پئنے پر راضی ہو گیا۔ ہمیں کچھ اچھی طرح یاد نہیں کہ ہم نے کتنی پی۔ بہر حال جب ہمیں ہوش آیا تو ہم نے خود کو ایک دیران قبرستان میں پالیا۔ غالباً اس وقت رات کے تین بج رہے ہوں گے۔ یہ سر کار ہماری رام کہانی۔ اب آپ جو سزا چاہیں دیں۔

”بہر حال.....!“ فریبی لمی سانس لکھ بولا۔ ”میں کوشش تو کروں گا کہ تم لوگوں پر کوئی

آج نہ آنے پائے۔ اچھا یہ تو تھا یہ کہ تم نے اس حلچ دار کو اس سے پہلے بھی کبھی دیکھا تھا۔“

”بھی نہیں..... ہم نے اس سے پہلے اسے کبھی نہیں دیکھا۔“

”اگر تم اسے دیکھو تو پیچاں لو گے۔“

”اچھی طرح سر کار..... اچھی طرح۔“ دونوں بیک وقت بولے۔

”اچھا اس کا حلیہ تو بتاؤ۔“

”حلیہ کیا بتاؤں سرکار..... اچھا خاصاً المباڑا آدمی تھا۔ جو یہ گئی پڑھی ہوئی سیاہ مر جسیں تھیں۔ آنکھوں پر علا پچھر لگائے تھے۔ رنگ گورا تھا۔ انگریزی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ بات بات پر بچوں کی طرح ختمہ مار کر بنتا تھا۔ مگر صاحب اس کے دانت بڑے چکلے تھے۔ مجھے اس کے دانت بالکل بھیرتے ہے کے دانتوں کی طرح معلوم ہو رہے تھے۔ خس کھکھ آدمی ضرور تھا لیکن ان دانتوں کی وجہ سے اس کی بُھی بُھی بُڑی خوفناک معلوم ہوتی تھی۔“
”تم اسے دیکھ کر بیجان لو گے۔“

”بُمبار سرکار.....!“

”اچھا دیکھو..... ابھی تم نے جو کچھ مجھے بتایا ہے اس کا تذکرہ کسی اور سے نہ کرنا ورنہ پھر میں تمہیں نہ بچا سکوں گا۔ اپنے ان دو قوں ساتھیوں کو سمجھا دیتا کہ اس کے متعلق کسی سے کوئی بات نہ کریں۔“

”جال بھے سرکار کہ آپ کے حکم کے خلاف ہو جائے۔ ہم لوگ بالکل چپ رہیں گے۔“
اس کے بعد فریدی لور حمید وہاں سے روانہ ہو گئے۔

”کہو بھی اب کیا خیال ہے۔“ فریدی نے حمید سے کہا۔

”بھلا آپ سے غلطی ہو سکتی ہے۔“ حمید بولا۔ ”لیکن اب کیا کرنا چاہتے ہے۔“

”بس دیکھتے رہو..... اب چکلی بھجاتے مجرم ہماری گرفت میں ہوں گے۔“ فریدی نے
سکارکیں سے سگار لٹا لئے ہوئے کہا۔

”مگر یہ عورت کی لاش والا محاملہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا.....!“ حمید نے سر کھجاتے
ہوئے کہا۔

”یہ کوئی مشکل کام نہیں..... ایک عورت کی لاش تم نہیں آسانی سے تیار کر سکتے ہو۔ وہ
لاش پیغماہی ہو گی۔“

”مودود سائیکل کے نمبر والا محاملہ بھی سمجھ بھے۔ خر لائن کا ٹھکانہ تو مشکل کام نہیں۔“

کہنی کا نمبر ریتھے کے لئے کافی وقت درکار ہوتا ہے اور جمیٹ تو اس پر ہے کہ کسی نے رہی چلے
کی آواز بھی نہ سنی۔“

فریدی کچھ سوچتے ہو چکے چڑھا۔

”جیسا! میں دراصل اسی لئے تھیں اپنے ساتھ رکھتا ہوں، تمہارے اس سوال نے اپناں
یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ لوٹنے کیا تھیں یا انہیں کہ پر نشانہ نہ صاحب کی کارگری تھی اور ڈرامہ سور
باڑ بار اجنبی اشارت کر رہا تھا۔ اس اجنبی کے شور میں بھلا ریتی کی آواز کیسے سنی جاسکتی ہے۔
تقریباً وہ گھنٹے کے بعد کار بین سکی تھی۔ اب میں قسم کھانا کر کہہ سکتا ہوں کہ میرزا سائکل کا نمبر اسی
دوران میں رہا گیا تھا لیکن ریتی والا کون ہو سکتا ہے۔ کسی باہری آدمی کی ہست نہیں پڑ سکتی۔“

”تو پھر آپ کا تھک کس پر ہے۔“

”ابھی فی الحال یہ بتانا ذرا مشکل ہے۔“ فریدی نے سکارہن سے نکالتے ہوئے کہا۔
”کیوں نہ ہم لوگ دھرم پور کے جھگل کا ایک چکر اور لٹا آئیں۔ مجھ سے ایک زبردست غلطی
ہوئی ہے۔ مجھے اس گڑھے کا جس سے لاش برآمد ہوئی تھی بخوب جائزہ لینا چاہئے تھا۔ بہت مکن
تھا کہ کوئی کام کی بات معلوم ہو جاتی۔“

شرابی گیدڑ

لاش برآمد ہونے کے بعد ہی سے دھرم پور کے جھگل میں سچ پولیس کے ایک دستے نے
اپنے نیئے گاؤ دیئے تھے جس وقت اپنے فریدی اور سر جنٹ حمید وہاں پہنچنے تو انہوں نے انہیں
جھگل میں گھٹ کرتے ہوئے پایا۔ ایک نے انہیں تو کام بھی لیکن دوسرا شاید ان دونوں کو بھاجا تھا
اس نے انہیں سلام کیا۔

”کیوں بھی کوئی خاص بات.....؟“ فریدی نے پوچھا۔

”تمہیں خسرو ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں ہوئی۔“ کاشیل نے جواب دیا۔

”اس گڑھے کی طرف کوئی دکھائی تو نہیں دیا تھا.....؟“

”گڑھا ملا ہی نہیں۔“ کاشیل نے گھیرا کر کہا۔

”کیا مطلب.....؟“ فریدی نے اسے کڑی نظر وہ سے گھورتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں کیا ہدایت دی گئی تھی۔“

”خسرو! ہم سے ایک گڑھے کے بارے میں کہا ضرور گیا تھا لیکن یہاں پہنچنے پر تمہیں کوئی گڑھا نہیں دکھائی دیا۔“

فریدی اور حمید تیری سے جہاڑیوں کی طرف بڑھے۔ واقعی وہاں گڑھے کا نام و نشان تک نہ تھا۔ کسی نے گڑھے کو پاٹ کر زمین برابر کر دی تھی۔

”لیجھ..... یہ دوسرا ری۔“ فریدی ہاتھ ملتے ہوئے مفتر بادہ انداز میں بولا۔ پھر وہ دونوں کا شیلوں کی طرف مزکر بولا۔ ”ذورا اپنے انچارج کو تو باؤ۔“ دونوں پڑھنے لگے۔

”بھرم حماقت پر حماقت کرتے چلے جا رہے ہیں۔“ حمید نے کہا۔ ”بھلا اس کی یہاں ضرورت تھی۔“

”جی نہیں..... وہ ہماری حماقتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کل رات ہم میں سے کسی ایک کو اس وقت تک یہاں موجود رہنا چاہیے تھا جب تک کہ سلی پولیس یہاں نہ پہنچ جاتی۔“

فریدی نے کہا۔ ”جانتے ہو کر گڑھا پاٹ دینے کا کیا مطلب ہے؟“

”حمد نے سر ہالا یا۔“

”بھرم کسی ایسے نشان کو مٹا گئے جس سے سراغ لگ جانے کا اندر ہوئے تھا۔“

”جب تو بہت بڑا ہوا۔“ حمید نے کہا۔

”خودوں دیر کے بعد پولیس کا انچارج آگیا۔“

”کیوں صاحب! آج کو کیا ہدایت دی گئی تھی۔“ فریدی نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”جناب والا ہم رات سے اس گڑھے کو چلاش کر رہے ہیں۔“

”چیزی ایسی ہے کہ وہ کام کرنے کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔“ فریدی نے حمید کی طرف مرتے ہوئے کہا۔ ”سرسری طور پر دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے ہمار کوئی گزرا تھا اسی نہیں۔ اس جگہ سوکھی گھاس اس خوش اسلوبی سے بچائی گئی ہے کہ اسکے افجھے وہ کام کھا جائیں۔“

”اس گھاس کو پھیلاتے وقت وہ یہ بھول گئے تھے کہ اس طرح ان کی الگیوں کے نشانات قطعی محفوظ ہو جائیں گے۔“ حمید نے کہا۔

”حمد صاحب اتنی جلدی خوش فہموں میں جلا شہ ہوں۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔ ”اس مرتبہ بہت علا جالاک آدمیوں سے سایقہ پڑا ہے۔ ارے میاں ایسے موقوں پر سزا سے سرا مجرم بھی دستانے استعمال کرتا ہے۔“

”بہر حال مجرم کی یہ دوسری حماقت اس کے سراغ کے لئے کافی ہوگی۔ اگر کافی نہ بھی ہو تو کوئی نہ کوئی بات ضروری معلوم ہو جائے گی۔“ حمید نے جگ کر دیکھنے ہوئے کہا۔

”سب سے پہلے یہ سوچنا چاہئے کہ لاٹ کا پچالہ جانے کے بعد گزھ کو پائیے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔“ فریدی نے سارا کام وہاں چھلوں کی ٹھل میں نہالنے ہوئے کہا۔ ”بہت ممکن ہے کہ گزھ میں کوئی ایسی چیز رہ گئی ہو جس سے مجرم کا سراغ مل جائے یا معمول کی قصیبت پر روشنی پڑنے کا اندر پیش رہا ہو۔“

”لیکن ایسی صورت میں بھی گزھ کو پائیے کی خاص وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ کام پولیس کے پہنچ جانے کے بعد ناممکن سا ہو جاتا ہے۔ غالباً ہم لوگوں کے چلے جانے کے بعد یہ یہ حرکت کی گئی۔ اگر ایسا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ مجرم ہماری ہجرانی کر دے رہے ہیں۔“

”یہ ہاں! ہم لوگوں کے آنے سے پہلے یہ سچھ کیا گیا۔ ورنہ ہم لوگ تو.....!“

”یہ ہاں..... ورنہ آپ لوگ تو کافی مستحد رہے۔“ فریدی نے اچارچ کی بات کا نئے

ہوئے طریقے سمجھ میں کہا۔ ”اچھا اب اسے دوبارہ کھوڈنے کا انتظام کرنا چاہئے۔“

اچارچ نے تین چار کاشیلوں کو بلاؤ کر گزرا ہجرانی کے لئے کہا تھا ان لوگوں کے

پاس کوئی ایکی پیچ دھی جس سے زمین کوودی جائیگی۔ آخر کار یہ ملے پیلا کر چکن پور سے کچھ
مزدور بلالے جائیں۔

”کیا اسے کوونے کے لئے آپ لوگوں کی عجینیں کافی نہیں۔“ حیدر نے کہا۔

”دیپھ اوقات معمولی پامن بھی دیر میں سمجھتی ہیں۔“ انچارج نے کھیانی ٹھی پہنچے
ہوئے کہا۔

کاشیبلوں نے اپنی عجینوں سے زمین کوودی شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک کاشیبل
کی عجین نے کسی چیز سے لگ کر کچھتا کا پیدا کیا۔

”ٹھہرو... ٹھہرو...!“ فریدی جھکتے ہوئے چلتا۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے جلدی جلدی مٹی ہٹانی شروع کر دی۔

”یہ یعنی..... کمی اور نی مصیت.....!“ فریدی نے گڑھے میں سے ایک ورنی تھیلا باہر
کھینچتے ہوئے کہا۔

”اوے یہ کیا.....!“ سب نے یہک وقت کہا۔

فریدی نے تھیلے کا منہ جوڑی سے بندھا ہوا تھا کھول کر اسے زمین پر الٹ دیا۔ ”یا مظہر
اچھا ب.....!“ کہتا ہوا حمید اچھل کر چھپتے ہٹ گیا۔

”یہ ایک گیزو کی لاش تھی جس کے منہ میں تمباکو پیشے کا پاپ دبا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ
شراب کی دو خالی بوٹیں بھی برآمد ہو کیں جن میں سے ایک عجین لٹکے سے نوت گئی تھی۔ گیزو
کے پیسے پر ایک کاغذ بندھا ہوا تھا جس پر قابل کا یقین لکھا تھا۔

کعبہ کس منہ سے چاؤ گے غالب

شم تم کو مکر نہیں آتی

فریدی پر ٹھی کا دورہ پڑا۔ یقین لوگ حیرت سے کبھی اسے دیکھتے اور کبھی گیزو کی لاش کو۔

فریدی برابر نہیں جا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی ٹھی اتنی بھیاک معلوم ہونے لگی کہ کسی ضعف
الاعتقاد کا تھیلہ وہاں سے پچھے سے کھکھ گئے۔ ان میں بھیروں کا یہ خال تھا بلکہ قرب و جوار
میں مشہور بھی تھا کہ جگل کا مخصوص حصہ بھجوتوں کا اڑا ہے۔ فریدی پر ایک طرح کی نش آور

کیفیت طاری تھی جسکے تحت وہ فتنے میں جا رہا تھا۔ آئتہ آہستہ اس کے تجھے مخفی ہوتے گئے اور آخر کار وہ پھر اکر گر پڑا۔ حمید اور انچارج دوڑ کر اس کے قریب پہنچے۔ وہ بیویوں ہو چکا تھا۔
”اُرے یہ معاملہ کیا ہے؟“ انچارج نے گلبگاہت میں کہا۔

”نہ جانے کیا بات ہے۔ میں خود پھر میں ہوں۔“ حمید نے فریدی کو چھوڑتے ہوئے کہا۔ ”لیکن فریدی کے پھرے پر بیویوں کے کوئی آثار پیدا نہ ہوئے۔“
”اب کیا کیا جائے۔“ حمید نے انچارج کی طرف دیکھ کر کہا۔

”حمد صاحب! اب تو میرا بھی بھی خیال ہے کہ یہ ضرور کوئی شیطانی کارخانہ ہے۔“
انچارج نے لرزتے ہوئے کہا۔ ”گیدڑ کی لاش کا کیا مطلب اور پھر اسکے ساتھ ٹرب کی بوئیں اور منہ میں دبا ہوا پاپ اور وہ شمر..... اسکی عجیب باتیں آج تک دیکھنے میں نہیں آئیں۔“
”وہ تو سب کچھ ہے لیکن یہ تناول کا اپنکا صاحب کو بیویوں میں کس طرح لاایا جائے۔“
حمد نے پاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”سرکار یہ تو کوئی پھوک جہاز کرنے والا ہی کر سکتا ہے۔“ ایک کاشتہل بولا۔
”لغو!...!“ حمید نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ ”اچھا انچارج صاحب آپ دو آدمی میرے ساتھ کر دیجئے۔ میں انہیں اسی حالت میں شہر لے جاؤں گا۔“

حمد نے گیدڑ کی لاش اور بقید دو چیزیں دیں پڑی رہنے دیں اور بیویوں فریدی کو کار میں ڈال کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ خود کار ڈرائیور کر رہا تھا۔ راستے میں ہی فریدی کو بیویوں آگیا۔
وہ چھلکی سیٹ پر لیٹئے ہی لیٹئے بولا۔ ”حمد ہم کہاں جا رہے ہیں۔“

”اوہ..... آپ بیویوں میں آگئے۔“ حمید نے جلدی سے کار روکتے ہوئے مڑ کر کہا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور طویل اگھوڑی لیتے ہوئے بولا۔

”بڑا بھائیک پلاٹ تھا..... وہ گیدڑ اور بوئیں کہاں۔“

”وہ تو میں وہیں چھوڑ آیا۔“

”اُرے.....!“ فریدی سیٹ پر اچھلتے ہوئے بولا۔ ”بڑے احص ہوتم۔ چلو فورا کار روپسیں

لے چلو، جلدی کرو۔“

کار دوبارہ واپس چاہی تھی۔

”کہو بھی کچھ اس کا مطلب سمجھ میں آیا۔“ فریڈی نے کہا۔

”مجھ میں سب کچھ آگیا، لیکن اگر کہوں گا تو خواہ ٹوہ میں اجس بننا پڑے گا۔“

”آن خر کچھ تو۔“

”میرا خیال ہے کہ یہ جگہ ضرور بھتوں سے بھری پڑی ہے۔“

”پھر وہی حادثت کی بات۔“

”میں نے پہلے یہ عرض کر دیا تھا۔“

”تمہارا قصور نہیں ہر شخص یہی سمجھے گا۔ بھرم نے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ

دوسری چال چلی تھی۔ مگر انہوں کو وہ اپنے مقدمہ میں ناکام رہا۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”اپنی اس حرکت سے وہ یہ خاہر کرنا چاہتا تھا کہ جتنا اس قتل میں بھتوں کا ہاتھ ہے۔“

”لیکن آپ کے اس طرح تفہیم کر کر یہ پوچھنے میں کیا مطلب تھا۔“

”ای چیز نے تو مجھے اس نتیجے پر پہنچنے میں مدد دی ہے۔ جسمیں یاد ہو گئیں کہ جب ٹھیکنے

بوتل سے گمراہ چمنا کا پیدا کیا تھا اس وقت سب سے پہلے میں یہی اسے دیکھنے کے لئے جتنا

تھا۔ جیسے ہی میں جما، ایک تیر قدم کی نوئے میرا دماغ پر آگئہ کر دیا۔ لیکن اس وقت میں نے

اسے کوئی انتیت نہ دی۔ لیکن اس کا اثر آج تک آہستہ سرے دماغ پر ہوا تھا۔ جیسے ہی گیردڑی کی

لاش برآمد ہوئی میں نے اس کی بیست کذائی دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا۔ مجھے سخت حرمت تھی کہ

آخر میں بھی کیوں نہ روک سکا۔ جگد اور لوگ خاموش تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے آپ کو

بالکل بے بس محسوس کرنے لگا۔ انتہائی کوشش کے باوجود بھی میری بھی نہ رک سکی۔ اور اس کے

بعد جو کچھ ہوا وہ تم جانتے ہی ہو۔ ہاں تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان بھتوں میں کسی قدم کی کسی

تھی جس کے اثر سے میری یہ حالت ہوئی۔ مجھے ابھی طرح یاد ہے کہ دوسری بوتل کے منہ پر

ایک مغبوط کارک لگا ہوا تھا۔ خدا کرنے ان احتقانوں نے اسے کھولانہ ہو۔ ورنہ ایک بہت عی اہم جیز شائیک ہو جائے گی۔“

”اف میرے خدا۔“ حمید نے حیرت سے کہا۔

”اور اب مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ بد معاشوں کا اڑہ سکھنے کیلئے تربیت ہے ورنہ اتنی جلدی اتنا مکمل پلان بنالیا آسان کام نہیں۔“ بھی ذرا کارک رفتار اور جیز کرو۔ کہیں ان میں سے کوئی اس پوچل کو کھولنے والے۔“

حید نے کارک رفتار اور جیز کر دی۔

لیکن وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ ان دونوں کی رو را گلی کے بعد ہی ایک کاشٹل نے خالی پوش اٹھا لی اور اس کا کارک نکال کر سو گھمنے لگا۔ اچاک اس پر بھی بھی کا درود پڑا اور جوڑی دیر جدوجہ بھی بے ہوش ہو رک گر پڑا۔ فریدی اور حمید اس وقت وہاں پہنچے جب دوسراے کاشٹل اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ سب تری طرح خوفزدہ تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی انہوں نے یہک وقت جلدی سارا اور چیزیں کرنا شروع کر دیا۔ کی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ”چاہے تو کری رہے چاہے جائے..... وہ اب کسی قیمت پر وہاں نہ رکھ رہیں گے۔“

”تم لوگ ڈرہ میں۔“ فریدی نے انہیں دلاسر دیتے ہوئے کہا۔ ”اگر یہ پوچل نہ کھولتا تو کبھی اس حال کو نہ پہنچتا۔ اب تم میں سے کوئی بے ہوش نہ ہوگا۔ لیکن اس کا غصہ ہے کہ اس نے اپنی بیوقوفی سے میرا بہت نقصان کر دیا۔“

”میں کچھ کہ جائیں۔“ اچارج نے حیرت سے آنکھیں پھاڑاتے ہوئے کہا۔

”ان پوچوں میں کوئی نظر آ رہا اور جسمانے والی گیس بند جھی۔“ فریدی نے مجید کی سے کہا۔

”ہمانے والی گیس.....“ اچارج نے کہا۔ ”رلانے والی گیس تو میں نے دیکھی ہے لیکن

ہمانے والی گیس کا آج تک نام بھی نہیں سن۔“

”اگر رلانے والی گیس بن سکتی ہے تو ہمانے والی گیس بنانے میں کیا دشواری ہو سکتی

ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مجرم کے علاوہ اور کسی نے اب تک اس طرف دھیان نہ دیا ہو۔“

”مگر صاحب آپ کی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“ اپنے ارجع نے کہا۔
 ”افسوس تو اس بات کا ہے کہ وہ پچھر شائع ہی ہو گئی اور وہ میں سمجھا جتا۔“
 گیدڑ کی لاش اب تک اسی حال میں ہوئی ہوئی تھی۔ فریبی نے آئی شیشہ کا لال کر رہا
 کا جائزہ لینا شروع کیا۔

”افسوس کہ اس کا نسلیل کی الگیوں کے نتائج کے علاوہ کوئی اور نشان اس بوقت پر نہیں
 اور یہ تو ہی بوقت کے لکھے۔ ان پر بھی کچھ نہیں۔“

”مگر وہ شعر.....!“ حمید جلدی سے بولا۔ ”کم از کم مجرم کی حریر تو ہمارے ہاتھ آگئی۔“

”بہت اچھے۔“ فریبی اس کی طرف تحریقی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ”مگر جست
 ہے کہ مجرم اتنی احتیاط برہنے کے باوجود وہ بھی ہے کہے چوک گیا۔ ذرا ایک کروہ کاغذ کھولنا۔“
 گیدڑ کی لاش سے وہ کاغذ کھول کر جب حمید پلانا تو اس کا منہ بُری طرح لٹکا ہوا تھا۔

”اس پر تو میں نے دھیان ہی نہیں دیا۔“ اس نے کہا۔

”لیکے.....؟“

”یہ شعر کسی کتاب سے کاٹ کر اس کا غصہ پر چکا دیا گیا ہے۔“

”لیکے تو میں نے کہا کہ اتنے چالاک آدمی نے بھلا اکی حماقت کیے کی۔“ فریبی نے
 کہا۔ ”تمید صاحب اس مرجب اچھا خاص سعد ہاٹھ آیا ہے۔“

”جس نہیں۔“

فریبی رومناں بچا کر رہیں اپنے بچے گیا۔ دمکار کے بچے بیش نہ رہا تھا۔ اس کی
 آنکھیں خم خوابی کی ہی حالت میں گیوڑی کی لاش پر بھی ہوئی تھیں۔ کا نسلیل اپنی میں سمجھ کر بیٹاں
 کر دے تھے۔ حمید گزر جسے کی بیٹی تھی کا لال کڑا ایک طرف ڈیور کر رہا تھا۔ ایسے اب بھی ایسا۔

تمی کے جلد ہی کوئی چیز مل جائیگی۔ جس سے سراغ لگانے میں آسانی ہو۔ قہوہ ہی در بحدود تھک کر پیشانی سے پسند پوچھنے لگا۔ فریدی کی لگائیں اب قرب و دور کی زمین کا طواف کر رہی تھیں۔ وفا وہ چڑک پڑا اور اس کی آنکھیں چکنے لگیں۔ وہ اٹھ کر گزرنے کے پاس گیا اور پھر وہاں جک کر کچھ دیکھتے ہوئے مغرب کی طرف بڑھنے لگا۔ کچھ دور جا کر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور بلند آواز میں بولا۔

”حید..... حید یہاں آؤ۔ حبھیں ایک دلچسپ چیز دکھاؤ۔“

حید ہاتھ کی مٹی جھاڑتا ہوا اس کی طرف لپکا۔

”یہ دیکھو.....“ فریدی نے زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”کیا.....! مجھے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔“

”ارے بھائی۔“ فریدی نے زمین پر بیٹھتے ہوئے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا۔

”تی ہاں یہ کسی چیزیا کے بخوبی کے نشان ہیں۔“

”تو کیا یہ عجیب بات نہیں۔“

”عجیب بات۔“ حید قہقہ لگاتے ہوئے بولا۔ ”مجھے تو اس میں کوئی عجیب بات نظر نہیں آتی۔ بھلا کسی چیزیا کے بخوبی کے نشانات میں کیا عجیب بات ہو سکتی ہے۔“

”بھائی مان گیا۔“ فریدی ہستے ہوئے بولا۔

”کیا.....؟“

”میں کہ تم زندگی بھرا ایک کامیاب جا سوں نہیں ہو سکتے۔“

”پڑی میں اسے مانے لیتا ہوں۔ لیکن آخر یہ تو ہتایے کہ ان نشانات میں عجیب بات کون سی ہے۔“

”زمین دیکھ رہے ہو کتنی بخت ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اُبھی تک بارش بھی نہیں ہوئی۔ ایکی صورت میں کسی سمجھوں چیزیا کے پچھے اتنے گھرے نشانات نہیں ہاں سکتے۔ تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا وزن ڈھالی تین من سے کسی طرح کم نہ ہو گا اور اتنے وزن کی

چیز کے ساتھ اتنے چھوٹے چھوٹے بیوں کا تصور اپنائی ملکہ خیر معلوم ہوتا ہے۔ فوراً سوچو تو
ہالکل ایسا ہی لگتا ہے نہ جیسے کسی اونٹ کو گوریا کے پنج عطا کر دیے گئے ہوں اور دوسرا بات
دیکھو، یہاں چار نشانوں کا درمیانی فاصلہ چار پار انگل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس جگہ چیز
کے وقدم پورے ہوئے۔ چلی چینی یہ کہ اتنی درجہ اتنے چھوٹے چھوٹے بھر کتی ہے کہ وہ چار
انگل سے زیادہ نہیں بھیل سکتے۔ یہ چار بی شنان یہاں ختم ہو گئے۔ اس کے بعد تقریباً ڈبڑھ
فت کے قاطلے پر پھر وہ یہی چار نشانہ اٹھتے ہیں لہذا دوسرا ملکہ خیر بات یہ ہوئی کہ یہ چیز
ہر وقدم پڑھنے کے بعد ڈبڑھفت کی نہست رکابی ہے آگے بڑھتے آتے۔ یہ دیکھو کہیں بھی اس
کے معمول میں فرق نہیں آیا۔ وقدم پڑھنے کے حوالے کے بیٹے ڈبڑھفت اچھانا ضروری ہے۔
کہو بھی ایسی چیزیا خواب میں بھی دیکھی تھی۔ اس بتاؤ کیتھی رہی۔

”فریدی صاحب میں پھر کہتا ہوں کہ یہ بھوت....!“

”لا محل ولا قوۃ.....!“ فریدی حیدی کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ”پھر وہی چند پن کی باتیں۔“

”تو پھر اور کیا کیا جائے۔“

”ابھی کچھ کیا ہی کیوں جائے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور دوسرا بات یہ دیکھو یہ چیزاں
طرف سے آئی، گزرے ہنگی اور پھر اسی طرف واپس چلی گئی۔“

”واتھی بڑی عجیب بات ہے۔“ حید نے فریدی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”اور دچپ بھی۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔ ”ایسی عجیب و غریب چیزیا کاٹھا رکھپی سے

خالی نہ ہوگا۔ کیا تم اپنا پتوں ساتھ لاۓ ہو۔“

”پتوں تو ہے میرے پاس.... مگر.... مگر....!“

”گھبراو نہیں..... میری موجودگی میں یہاں کے بھوت تمہارا کچھ نہیں بازار سکتے۔ اس
میرے ساتھ چلو۔“ فریدی نے اس کے کامنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”لیا ان لوگوں کو ساتھ لے چلے گا۔“ حید نے کاشیبلوں کی طرف اشداہ کرتے ہوئے کہا۔

”عجیب ڈرپوک آدمی ہو..... اتنے آدمی دیکھ کر اگر چیزیا اڑ گئی تو..... حسین تو کوئی

کہا بیاں سنائے والی دادی الماس ہونا چاہئے تھا۔ سرد بیو بر خوردار.....!“

”پڑھے صاحب۔“ حمید مردہ کی آواز میں بولالا۔

دونوں ان عجیب و غریب نشانات کو دیکھ کر آگے بڑھنے لگے آگے چل کر پھر جماڑیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جماڑیوں کے درمیان ایک بل کھاتی ہوئی گنڈٹھی دو رنگ چلی گئی تھی۔ ”دیکھو میاں حمید یہ چیزیاں لوگوں کی طرح ٹھکنہ علوم ہوتی ہے کہ جماڑیوں میں کھنے کی بجائے گنڈٹھیوں کی پڑھتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ کافی پڑھی لکھی ہو۔ کیا خیال ہے۔“ ”میں کیا خیال ہوں..... آپ روختانیت وغیرہ کے تو قائل ہی نہیں۔ خیر کمی نہ کبھی تو قائل ہوں اسی پڑھتے گا۔ ممکن ہے کہ اسی کیس کے سلسلے میں آپ کو اپنے خیالات تبدیل کرنے پڑیں۔“ ”بھی تمہیں اسی محکے میں آنے کے لئے کس نے کہا تھا۔ تمہارے لئے تو کسی خانقاہ کی سجادہ نشینی ہی بہتر ہے۔ میں تمہیں تمہارے ساتھیوں میں سب سے زیادہ دین بھٹاکھاں ملکن تم نکلے نرے گاؤ دی۔ لا حوال و لا قوہ۔“

”آپ جو چاہیں کہیں گر مجھے پورا بیعنی ہے کہ یہ سب کسی انسان کا کام نہیں۔“

”اچھا چلو وہ بہوت ہی سکی۔ یہیں واضح رہے کہ میں اپنے علاتے میں ایسے ہامعقول

بہوت کا وجود بھی برداشت نہیں کر سکتا۔“

”دیکھئے ایسا نہ کہئے.....!“ حمید جلدی سے بولالا۔

”کیوں..... کیا بہوت تمہارے کوئی رشتہ دار ہیں۔ اگر ایسا ہے تو میں اپنے الفاظ والہیں

لیتا ہوں۔“

”آپ تو سمجھتے نہیں۔“ حمید نہ امان کر بولالا۔

”کی نہیں سمجھتا.....؟“

”خیر ہو گا..... ہٹائیے..... مجھے کیا۔“

”خیر پر کچھ کہو بھی تو۔“

”اب زیادہ وحشی نہیں بننا چاہتا۔“

”کیا تم بہامان گئے۔ اے بھائی راست کئے کے لئے بھی تو کچھ ہونا چاہیے۔ معلوم نہیں

بھی اور تھی دور چلانا ہو گا۔“

”میرا خیال ہے کہ کچوں نہ اس کیس کو معمولی تفیش کے بعد ہال عی دیا جائے۔ میں آپ پ

کو تین دلائات ہوں کر یہ کسی انسان کا کام نہیں۔“ حید نے سمجھی گئے کہا۔

”بھی بہت اچھے کیا بات کی آپ نے۔“ فریدی نے حید کی پیٹھ مخوكت ہوئے کہا۔

”لیکن حید صاحب یہ پہلا کیس ہے جس میں مجھے سچے مختوب میں لطف آ رہا ہے۔“

یہ دونوں اب چیزیا کے بیجوں کے نشانات پر چلتے ہوئے تقریباً ایک میل تکل آئے تھے۔

یہاں آ کر وہ گڈڑی ایک بھی سڑک سے مل گئی تھی۔ سڑک کے اس پار پر گھنٹی جھاڑیوں کا

سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ یہاں وہ نشانات بھی مت گئے تھے۔ سڑک کے دوسری طرف بھی

نشانات نہ ہے۔ فریدی کچھ درست کھڑا اسوچارا پھر چکلی بجا کر بولا۔

”تو حید صاحب وہ چیزیا یہاں تک پہنچ آئی۔ اس کے بعد پھر موڑ پر بیٹھ کر ٹھال کی

طرف روانہ ہو گئی۔“

حید بے ساختہ ہنسنے لگا۔

”اس وقت مجھے اپنا بھیجن یاد آ رہا ہے۔“ حید اپنی روکتے ہوئے بولا۔

”تم شاید موافق کچھ رہے ہو۔“ فریدی نے سمجھی گئے کہا۔ یہ دیکھوڑہ کے بیجوں کے

نشانات جنوب کے طرف کہیں نظر نہ آتے۔ کوئی موڑ یہاں تک لے آیا۔ اس کے بعد پھر

جنوب کی طرف سے ٹھال کی طرف گھمایا گیا۔ یہی سے چیزیا کے بیجوں کے نشانات بھی

غائب ہیں۔ بہت مکن ہے کہ چیزیا موڑ کی آواز سن کر اڑا گئی ہو۔“

”پھر وہی پیچنے کی پائی۔ اے بیان اگر دوڑھاں تھیں میں کی چیزیا از سکتی ہوتی تو اتنی

دور پہنچ کر بول آتی۔“

”میں رہی ہے پر کی۔“ حید تھپہ لٹک کر بولا

”غیر خدا کا شکر ہے کہ تم ہیسے تو۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”اچھا آؤ۔۔۔ اب اس موڑ

کے بیچے چلیں۔"

"تو گویا وہ سانپ نکل جانے کے بعد لکیر پیٹے کی خل صادق آیا چاہتی ہے۔" حیدر زمین پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "اب تو چالاں جاتا۔ پہلے آپ یہ تو بتائیجے کہ آپ کس پانی پر عمل کر رہے ہیں۔ جب یہ چل سکوں گا۔"

"بچھ مت ہو۔۔۔ پڑھو۔۔۔ گرفتار کے مارے رہا حال ہوا ہے۔۔۔ غیرت بھی ہے کہ آج لوگوں چل رہی ہے۔"

"تو کیوں نہ ہم لوگ اپنی کاریگاہ لے آئیں۔۔۔ اور پھر۔۔۔!"

"اچھا کوئی مت ہمیں پیدل ہی پڑتا ہے۔" فریدی نے تھنچ لپھنچ میں کہا۔

"تو میں کب کہتا ہوں کہ پیدل نہ چلوں گا۔" حیدر نے ایسے مصومنہ لپھنچ میں کہا کہ فریدی کو بے ساخت بھی آگئی۔

دونوں پیر موڑ کے پیوں کے نشانات دیکھتے ہوئے شامل کی طرف روانہ ہو گئے۔ آگے چل کر جہازیوں کے سلسلے کم ہو گئے تھے۔ تقریباً چار فراغ پلے کے بعد ایک چوڑا سا گاؤں دکھائی دیا۔ کچی سڑک اس گاؤں کے باہر سے ہوتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ دونوں پلے رہے۔ ایک پختہ اور نی وجہ کی عمارت دور سے ہی دکھائی دے رہی تھی۔

"یہ غالباً اس گاؤں کے زمیندار کا مقام معلوم ہوتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

دونوں عمارت کے قریب پہنچ پہنچتے۔ یہ طرز کی ایک بڑی عمارت تھی جس کے آگے چار دیواری میں گمراہ پاہنچیں بااغ تھا۔

"دیکھتے یہ موڑ کے پیوں کے نشانات میدان حشر میں لے جاتے ہیں یا۔۔۔!"

"خیرو۔۔۔!" فریدی حیدر کی بات کا تماہواز میں پر جھک گیا۔

حیدر اسامدہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"یہ دیکھو۔۔۔ شاید وہ چیزیں پر موڑ سے اتری ہے۔" فریدی نے چیزیں کچھ کے نشانات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو کہیں کہیں نظر آ رہے تھے، فریدی نشانات کو دیکھتا

پا سیں باغ کے چھانک کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ دونوں باری میں داخل ہو گئے۔

اچانک ایک بڑا سکتا غرائب ہوا ان کی طرف جھینٹا۔

”جیک... جیک...!“ ایک نسوانی آواز آئی اور سکتا دم ہلاتا ہوا لوٹ گیا۔

”آپ لوگ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟“ عورت قریب آ کر تھی لبھ میں بولی۔ یہ ایک قبول صورت جوان عورت تھی۔ لباس کا رکھ کھاؤ اور انہوں نے گنگوٹا ہاپر کر رہا تھا کہ وہ اس گھر کی مالکہ ہے۔ اس نے پیازی رنگ کی جا رجت کی سماں ہی پہن رکھی تھی۔ بال پشت پر نکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں ایک عجیب حرم کی کش تھی۔ سرجنٹ جید ایک خوبصورت اور جوان عورت کا اپنے قریب دیکھ کر کچھ بدلھا سا گیا۔ لیکن فریڈی کے انہاں میں کسی حرم کی تدبیح نہ ہوئی۔ وہ نہایت پر سکون لبھ میں بولا۔ ”ختمہ! ہم لوگ ٹھکر رہا فرمائی سے حق رکھتے ہیں۔“

”خیر خدا کا شکر ہے کہ آپ لوگ چوکے تو۔“ اس نے طریقہ انعام میں کہا۔

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ فریڈی نے تھیہ ہو کر کہا۔

”بہت خوب... تو گویا آپ لوگ اس باری میں بخوش تفریخ تحریف لائے ہیں۔“

”جی نہیں... ہم لوگ تو...!“

”خیر چھوڑیے ان باتوں کو... کچھ سراغ ملا... میں بہت پریشان ہوں۔“ وہ بولی۔

فریڈی اور جید جیرت سے ایک دوسرے کا منہ ٹکٹے گئے۔

”ختمہ! بخدا میں کچھ نہیں بمحض سکا۔“ فریڈی نے کہا۔

”تو... آپ لوگ یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔“ وہ خصر سے بولی۔

”دیکھئے صاف صاف بات سمجھئ۔ ہم لوگ ایک قتل کی تیش کر رہے ہیں۔“ فریڈی نے بے سانت کہا۔

”قتل...!“ وہ چونکہ کر ایک قدم پہنچے ہئے ہوئی بولی۔ ”کس کا قتل...!“

”ایک گنام آدمی کا۔“

”دیکھئے صاحب بیکار وقت شائع نہ سمجھ۔ آپ کو ایک عورت سے مذاق کرنے کی اچھی

نامی سرگزتی ہے۔ ”بیٹوں بھائیوں کو ہے۔“ فریدی نے اپنا ملائکتی کا دو دیتے ہوئے کہا۔

”جیسے ملاحظہ فرمائیے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”فریدی صاحب احضاف کہجے گا۔

میں بہت پریشان ہوں۔ پرسوں رات سے میری کیلی بچلا غائب ہے۔ وہ دو ماہ کے لئے یہاں آئی تھی۔ میری کچھ میں بھیں اناک میں اس کے والدین کو کیا جواب دوں گی۔ میں نے پولیس میں روپورٹ درج کر لئی تھی۔ اس وقت کچھی کہ شاید آپ لوگ اسی کے حلقوں کوئی اطلاع دیتے آئے ہیں۔“

”محترمہ نہیں اس کا کوئی علم نہیں۔ ہم تو اس وقت ایک عجیب و غریب چیزیا کا پیچا کرتے ہوئے یہاں آئے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں آپ کی کیلی کے حلقوں کوئی اطلاع نہیں۔“

”مجھے سخت تشویش ہے۔۔۔ اگر خام کو یہاں کی پولیس نے کوئی جبر نہ دی تو میں یقیناً اس محاٹے کو آگے بڑھا دوں گی۔“

”اگر آپ مجھے اس چیز کی خلاص میں مدد رکھنے کی کوشش کروں گا۔ آپ اطمینان رکھئے۔ میں آپ کی کیلی کا پہ لگانے کی کوشش کروں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔“
”بھلا میں کیا ہاتھی ہوں۔ اس پارچے میں دن بھر بے شمار پر عے آتے ہوں گے۔“ وہ مسکرا کر بولی۔

”میں یہ پر عده اپنی نوعیت کا ایک حق معلوم ہوتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”میں آپ کا مطلب نہیں کھجی۔“

”کیکی کر اس کا وزن دوڑھائی من سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔“ حید نے جلدی سے کہا۔

”آپ تو علم وہ شراب کی باعث کر رہے ہیں۔“ وہ بے ساختہ خس پڑی۔

”یہ برجٹ حید ہیں۔“ فریدی نے حید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”بہت دلچسپ آدمی ہیں۔ آپ ان کی باؤں کا کچھ خیال رکھجے گا۔“

”اوہ کہی بات نہیں۔“ عورت مسکرا کر بولی۔

فریبی کو اپنی حمایت پر افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے چیزیا کارا اتنی جلدی کیوں اُنکل دیا۔
گرسوں کی دوپہر میں اتنی صافت پیدل طے کر کے ڈھنی تو زان برقرار رکھنا آسان کام نہیں۔
بہر حال اپنی ظلطی کا احساس ہوتے ہی وہ فوراً سُپل کر بولتا۔

”محترمہ بات دراصل یہ ہے کہ ہم لوگ آپ ہی کے محاٹے کی تحقیقات کر رہے ہیں۔
ابھی ابھی ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہاں سے غنی میل کے قامیے پر کسی گڑھے سے ایک لاش
ہر آمد ہوئی ہے۔ لیکن وہ کسی عرد کی ہے آپ پر بیثان نہ ہوں۔“

”آپ کی تو کوئی بات ہی سمجھ میں نہیں آری ہے۔ ابھی تو آپ چیزاں!“
”ٹھیک ہے۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔“ وہ اس کی بات کا تباہ ہوا بولا۔ ”ہم روانگ رساوں کے کام
کرنے کے طریقے خوام کی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ بہر حال اگر تکلیف نہ ہو تو پہلے ہمیں تھوڑا اس
پانی پالائیے۔ اس کے بعد ہم لوگ کسی قاعدے کی بات کے قابل ہو سکیں گے۔ آپ بھتی
ہیں کتنی سخت دھوپ ہے۔“

”ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔ اندر تعریف لے چلے۔“ وہ رآمدے کی طرف مرتی ہوئی بولی۔
”ہر آمدے میں پہنچ کر دونوں نے اپنے کوٹ اتار کر گرسوں پر ڈال دیجے اور رومال سے
چھروں کا بینہ پوچھتے آرام کر گرسوں پر گر گئے۔“
”یہاں بھی کافی چیز ہے۔“ عورت بولی۔ ”میرے خیال سے اندر ٹھیک رہے گا۔“

لاش کی شناخت

ڈرائیکٹ روم میں پہنچ دے کر صوفوں پر بینچے گے۔ عورت نے ملازم کو بلا کر پانی لانے کو کہا۔
ڈرائیکٹ روم کو بہت ہی خوش سیلگنی کے ساتھ جھیلایا تھا۔ فرش پر ایک دیگر اور جیتنی قاتلین بچا
ہوا تھا۔ صوفوں پر پھولدار ریشمی کپڑے کے ظلاف چڑھے ہوئے تھے۔ دیواروں پر بڑے

فریبون میں آرٹ کے گھوہ نمودنے نظر آ رہے تھے۔ فریبی اس دیکھی طلاقے میں یہ شان و شوک دیکھ کر تمہیر ہوا تھا۔ حوزہ دیر کے بعد ملازم ششٹے کے بجک میں شخشاپانی لایا۔
”میرے خیال سے کچھ کھا بھی لیجئے۔“ حورت بولی۔

”جی نبیں ٹھریے۔“ فریبی نے پانی کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

دوفن نے ہی بھر کر پانی پیا۔ کچھ دزین سوک اور ادھر کی باشیں ہوتی رہیں۔

”واقعی بلا دیوبی کا اس طرح غائب ہو جانا حیرت اکیتھے۔“ فریبی بولا۔

حیدر چنک کراس کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ یہ حضرت چڑیا سے بلا دیوبی سوک کر جا پچئے۔

”کیا ہاؤں اپنے صاحب کر مجھے کتنی پڑیاں ہے۔“

”قدرتی بات ہے۔“ فریبی سر پلا کر بولا۔

”اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے والدین کو کیا جواب دوں گی۔“

”کیا آپ نے انہیں اس کی کوئی اطلاع دی۔“

”اب سک تو نہیں..... سمجھ میں نہیں آتا مگر انہیں کیا لکھوں۔“

”تو کیا وہ کہنیں دور رہے ہیں؟“ فریبی نے کہا۔

”جی ہاں..... کان پور میں..... اس کے والدین وہاں روئی کے بہت بڑے ناجیں۔“

شاید آپ نے نام سننا ہوگا۔ سینٹھ کرم چد۔“

”اوہ اچھا..... تو وہ یہاں اپنے شوہر سے لا کر آئی تھیں۔“ فریبی بولا۔

”نہیں صاحب..... ابھی اس کی شادی نہیں ہوتی۔ وہ میری کلاس فلورہ پچھی ہیں۔ یو نہی

تبدیلی آب و ہوا کے لئے یہاں آئی تھی۔ تقریباً ایک ماہ کی بات ہے۔“

”اور ابھی ایک ماہ اور رہنے کا ارادہ تھا۔“

”جی ہاں۔“

”کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی وجہ سے آپ کو اطلاع دیئے بغیر کانپر چلی گئی ہوں۔“

”اُنکی تو کوئی دچھنیں ہو سکتی کرو، تھجھے جو بخیر سامان لئے یہاں سے چلی جائے۔“

”تھجھے..... کیا مطلب۔“

”مگر یہاں..... سارے سینڈل اس کے کمرے میں موجود ہیں اور وہ سارا سامان بھی جو وہ

اپنے ساتھ لایا تھا۔“

”بخت کی بات ہے۔“ فریدی حیدر کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ”اچھا یہ بتائیے اس

دوران میں ان کے پاس باہر سے کچھ خطوط بھی آئے تھے۔“

”مگر یہاں..... یہ زیادہ تر ان کے والدین یا بعثیر کے ہوتے تھے۔“

”ہوں.....!“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”کیا آپ کو ان خطوط کے دیکھنے کا مگر

اتفاق ہوا۔“

”مگر نہیں۔“

”ان کے بعثیر کا کیا نام ہے؟“

”رندھر سعکر۔“

”رندھر سعکر.....!“ فریدی تقریباً اچھلتے ہوئے بولا۔ ”کیا آپ نے اسے دیکھا ہی ہے۔“

”کیا بار.....!“

”کیا وہ بھی یہاں آیا تھا۔“

”نہیں میں اس سے کان پور میں مل جکی ہوں۔“

”جب آپ کو میرے ساتھ کو تو اسی ملک پڑھے کی زحمت کرنی پڑے گی۔“

”کیوں.....!“ عورت تھیز ہو کر بولی۔

”آن جس شخص کی لاش ہرم پور کے بھگل میں ملی ہے اس نے بھی اپنا نام رندھر سعکر

عن شایا تھا۔“

”اُرے..... تو گویا..... تو گویا۔“ عورت کا پیٹھے گی۔

”مگر انے کی کوئی بات نہیں۔“ فریدی اٹھتے ہوئے بولا۔ ”جلدی کیجیئے۔“

خدا دروازے پر کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دی اور ایک اچھا عمر کا مصبوط آدمی کمرے میں داخل ہو کر کھڑا ہو گیا۔ وہ خلاء میں تاک رہا تھا۔

اس نے چالوں قبیل پہن رکھی تھی۔ بڑے سے بیوتوئے پھرے پر اس کی بڑی بڑی دیران آنکھیں بہت عی خدا کا معلوم ہو رہی تھیں۔ دہائی کافی پھیلا ہوا تھا اور دو توں کافلوں پر سکھے بالوں کی لکیریں تھیں چیڑہ اور طرح صاف تھیں جیسے اس نے ابھی ابھی شیو کیا ہو۔ سانس کے ساتھ ساتھ اس کی پھونی ہوئی ٹاک کے تنخے پھول پچک رہے تھے۔ بازوؤں کی ابھری مچلیاں آستن کے لوپ سے صاف ظاہر ہو رہی تھیں۔

”یہاں کون ہے۔“ وہ گرج کر بولا۔

عورت گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

”جی یہ عکسر راغ رسانی کے انکھوں فریدی صاحب ہیں۔ بولا والے کہیں کی تحقیقات کے سلسلے میں آئے ہیں۔“ وہ بولی۔

”اچھا.....!“ وہ چڑی سے زمین ٹالتے ہوئے آہن آہن آگے ہو گہ کر ایک صوف پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ”کہنے انکھل صاحب کچھ پہ چلا۔“

”ابھی تک تو کچھ بھی معلوم ہو سکا۔“ فریدی نے کہا۔

”یہ مجھے اپنے ساتھ کو قوتی لے جانا چاہیے ہیں۔“ عورت بولی۔

”کیوں.....!“ اس نے تیز آواز میں کہا۔

”یہاں کہیں کوئی قتل ہو گیا ہے۔“

”تو پھر اس قتل سے جھینیں کیا سروکار۔“ بڑھے کے لبھ میں حیرت تھی۔

”سراخیاں ہے کہ مختول بولا دیوبی کا مختبر ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”چلنے کیک نہ شد دو شد۔“ وہ چھینگلا کر بولا۔ ”ابھی بولا ہی نے تاک میں دم کر کھا تھا۔

اب ان کے مختبر بھی اللہ کو پیارے ہو گئے..... لا حل ولا توق..... جاؤ بھی جاؤ..... لکھن جلدی

لوٹ آتا۔ خردوار اب تمہاری کوئی مخous کھلی اس گمراں قدم نہ رکھنے پائے۔“

وہ تینوں اٹھ کر باہر آئے۔ گورت نے ڈرائیور سے کار لانے کو کہا اور تینوں شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

”نیز مر! ایک بات پوچھ سکتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”یہ کون صاحب تھے؟“

”خاکر دلیر علی۔ میرے مر جم شوہر کے بڑے بھائی۔“

”تو کیا یہ نام بتا جیں۔“

”مجی ہاں۔ دو برس ہوئے ان کی آنکھوں کی روشنی ختم ہو گئی۔“

”اگر کچھ ہرج نہ ہو تو اپنے خاندان کے حلقوں بھی بتا دیجئے۔“ فریدی نے کہا۔

”میں آپ کا مطلب جھیل بھی۔“ گورت فریدی کو گھوڑتے ہوئے بولی۔

”میں اپنی اطلاع کے لئے آپ کے خاندانی حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”اوہ۔ کیا آپ نے مشہور سائنسدان پر کاش باہو کا نام تھیں سن۔ وہ میرے شہرتے،

تین سال ہوئے ان کا انتقال ہو گیا۔“

”پر کاش باہو!“ فریدی نے آہت سے دھر لیا۔ ”وہ تو نہیں جو جبل میں ذوب کئے تھے۔“

”مجی ہاں وہی، ان کے بعد سے ان کے بڑے بھائی خاکر دلیر علی میرے گھر ان ہیں۔

انہوں نے مجھے ہاتھی کے گرفتیں جانتے دیا۔ میرے ہمایاں ایک روشن خیال آئی ہیں۔ وہ میری

دوسری شادی کرنا چاہیے تھے۔ لیکن میں نے الکار کر دیا۔ گرفتیں یہ سب کچھ کیوں کہہ رہی

ہوں۔ آپ کو میرے خاندانی حالات سے کیا سرو دکار؟“

”اگر اس سے آپ کو کوئی تکلیف پچھی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔“

”کوئی بات نہیں۔ یہ تذکرہ میرنے لئے بہت سی اعداد ہناک ہوتا ہے۔“

کوتوالی پہنچ کر اپنے فریدی اسے لاش والے کرے میں لے گیا۔ لاش کو دیکھ کر گورت

مری طرح کاپنے لگی۔ وہ حق بولا کے محیر عی کی لاش تھی۔ اس سے اکشاف پر کوتوالی میں

مل جل جائی۔ زندگی اور بولا کے والدین کو سرکاری طور پر نادریے کئے، گورت مری طرح

خائف تھی۔ آفسروں کی گفتگو سے اس نے یہ ادازہ لکھا کہ شاید اسے حراست میں لے لایا جائے۔

”فریدی صاحب! میں تو بڑی پریشانی میں پہنچ گئی۔“ مورت پریشانی کے لیے میں بولی۔
”مگر ایسے نہیں! اپنے میں آپ کا آپ کے مگر چھوڑ آؤں۔“
فریدی حیدر کو کوتالی میں چھوڑ کر خود اس مورت کے ساتھ چلا گیا۔

دوسری لاش

فریدی جب اس مورت کو پہنچا کر واپس آیا تو کوتالی میں سرجنٹ حیدر کو یہاں منتظر پیدا۔ حیدر
اسے نئی طرح مکور گھوڑ کر دیکھ رہا تھا۔
”کیوں بھی..... اس طرح کیوں گھوڑ رہے ہو۔“ فردی مسکرا کر بولا۔
”میں آپکے ہوتوں پر پل اسک کے دمے ٹھاٹ کر رہا تھا۔“ حیدر نے سادگی سے کہا۔
”بڑے گندے خیالات میں تمہارے۔“ فردی من گھوڑ کر بولا۔
”جی نہیں..... میں انتہائی پاک و صاف خیالات کا آدمی ہوں۔ جسمی تو میں یہاں تھا
چھوڑ دیا گیا تھا۔“

”اوہ! تو یہ کہتم اب تھے خا سے گدھے ہو۔ اگر تم میرے ساتھ ہوئے تو میں کبھی ابھے کام کی
باعث نہ معلوم کر سکتا۔“

”جی ہاں..... ایسے متھوں پر سکھا ہا ہے۔“ حیدر بتواری طرح من چلاتے ہوئے بولا۔
”بھتی خدا کے لئے اب تم جلدی سے شادی کرو! اور ورنہ اپنے ساتھ مجھے بھی لے دو! یہ
گے۔“ فردی مسکرا کر بولا۔

”نہیں صاحب! آپ طہران رکھئے۔ میں اکمل اعی ڈوبوں گا۔“

”اچھا! اس چھوٹ پن خُم کرو۔ مجھے ابھی بہت کچھ کہنا ہے۔ ابھی اسک رات کا کھانا بھی
نہیں کھایا۔ چلو اب گمر چلیں۔ وہیں باتمیں ہوں گی۔ چلو! نہیں ایک دپھ پ خبر سناؤں گا۔ میں

اس عجیب و غریب چیز کی نتیجیں کاٹ لایا ہوں۔“

حیدر جرت سے اس کامن دیکھ رہا تھا۔

گمراہی کر دنوں نے کھانا کھلایا اور ایک ایک سار سلا کر آرام کر سیوں پر گر گئے۔

فریدی دو تین لپے لپے کش لینے کے بعد بولا۔“بھی وہ گورت.....”

”کافی خوبصورت ہے۔“ حیدر نے اس کی بات کاٹ کر جملہ پورا کر دیا۔

”پھر وہی حراثت کی پائیں۔“

”آخاپ اس موضوع سے کیوں بھاگتے ہیں۔“ حیدر نے سکرا کر کہا۔

”اس لئے کہ میری جنسیت گورت کی بجائے خطرات میں پڑنے سے تکین پاتی ہے۔“

فریدی نے جواب دیا۔

”یہ سفیر ہے۔ یا مجھ ملکن ہے کہ اللہ نے آپ کو کسی خاص صورت میں بنالیا ہو۔“
حیدر نے فس کر کہا۔

”خیر بھی یہ پائیں مجھ بھوں گی۔ میں یہ تانے چاہتا تھا کہ اس گورت کا نام سروج ہے۔

وہ اپنے شہر کے ہرے بھائی کے ساتھ اسی مکان میں رہتی ہے۔ وہ انہا خدا کر دلیر علیہ السلام

بڑی پر امراء شخصیت کا مالک مسلم ہوتا ہے۔ سروج کے شوہر کے حلقوں بہت کی ہاتھ معلوم

ہوئی۔ یہ قوم جائے ہی ہو کر وہ ایک سائنسدان تھا۔ آج میں نے اس کی لیبارڈی بھی دیکھی

۔ جواب بہت خراب حالت میں ہے۔ اسے عجیب و غریب چیزوں سچ کرنے کا بھی شوق تھا۔

میں نے اس کے ترتیب ہوئے چاقاب گمراہی بھی سیر کی۔ دنیا بھر کی عجیب و غریب چیزوں دیکھنے

میں آئیں۔ بڑا کے کرے کی خلاشی وہاں کوئی خاص چیز نہیں مل سکی۔ اس کے دوران قیام

میں اس کے پاس جو خطوط آئے تھے انہیں بھی دیکھا گیں کیونکہ کام کی بات نہ معلوم ہو سکی۔

سروج لور دلیر علیہ پرسوالات کی بوجھاڑ کی تھیں کوئی تینجہ نہ تکلا۔ دلیر علیہ اپنی صدی اور چ

چ آدمی ہے۔ اس نے کسی بات کا بھی جواب شرافت اور سنجیدگی سے نہ دی۔ میرا خیال ہے کہ

یہ لوگ کافی دولت صدی ہیں اور آدمی کا ذریعہ ان کی جانب سیداد ہے۔ ان کا ملت احباب زیادہ وسیع

نہیں ہے۔ دو تین آدمی اکثر ان کے بیان آکر شہرا کرتے ہیں اور بس۔۔۔ ان میں سے ایک اکثر ہے۔ ایک تاجر اور ایک وکیل۔ یہ سب یعنی شہر میں رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک بہت زیادہ ملکوں چال چلن کا آدمی ہے۔ وہ ہے ڈاکٹر جسیں لیکن یہ سر اڑا لی خیال ہے۔ شہر والے تو اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ویسے وہ سیری بلک لست پر ہے اور شایدی سیرے علاوہ کلی اور اس کے کارنا مول سے واقع بھی نہ ہو۔“

”بھی سمجھ کر ان باتوں میں مجھ کوئی کام کی بات نظر نہیں آئی۔“ حمید نے کہا۔ ”سرورج کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔“

”کوئی برآخیال تو بھی سمجھنی قائم کر سکا۔“

”لیکن مجھے تو وہ ملکوں نظر آتی ہے۔“ حمید نے کہا۔

”ملکوں تو میں بھی تھا۔ لیکن اب یہ خیال بدل دیا ہے۔ کیونکہ اس چیزیا کی علاش میں اسی نے مجھے مدد دی تھی۔“

”ہاں۔۔۔ وہ چیزیا کی ٹاکوں کا قصر کیا ہے۔“

”قصہ کچھ نہیں۔ جو خیال میں نے پہلے قائم کیا تھا وہ حق تھا۔ میں نے دوران گفتگو میں سرورج سے چیزیا کے بھوپال کا تذکرہ کیا۔ سارے واقعات سن کر وہ کچھ سوچتے گی۔ پھر اپنے چونکہ پڑی۔ میں نے اسے وہ نثارات دکھائے گئی۔ اس کا چہرہ اتر گیا۔ وہ مجھے اپنے شہر کے عابر گمر میں لے گئی اور کہنے کی مجھے توجہ ہے کہ انہیں کس نے استعمال کیا۔ اس جو تھے تھے میں لوہے کے بھے ہوئے چیزیا کے پنجے جگے ہوئے تھے اس نے مجھے بتایا کہ اس کے شوہرن نے یہ جو تھے کسی سیاح سے خریدے تھے اور انہیں اپنے عائبات میں اضافہ کیجھ کر دیا رکھ دیا تھا۔ وہ سخت پریشان تھی۔ بار پار میں کہنی تھی کہ آخر ان جوتوں کو کس نے استعمال کیا۔ میں ان جوتوں کو اپنے ہمراہ لیتا آیا ہوں اور اسی وقت انہیں فکر پڑت فیضارثٹ کے حوالے کرایا ہوں۔ اگر جو تم نے موزے میں رکھے ہوں گے تو اس میں اس کے ہی ہوں گی۔“

ٹاکوں کے نثارات ہونے ضروری ہیں۔“ فریدی غاموش ہو گیا۔

حمدیہ جب ت سے مت پھاڑے کن رہا تھا۔ فریدی کے خاموش ہوتے ہی بولا۔ ”لیکن اس بات کا کیا بیوٹ ہے کہ واقعی وہ گورت جوتوں کے استعمال کرنے والے سے نادا الف ہے۔“
”اگر ایسا ہونا تو وہ مجھے جو تے دکھانے کی بجائے انہیں تکف کر دیتی۔“

”ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی نظرؤں میں چیزیا کے بیوں کی اتنی لہیت دیکھ کر اس نے میکی مناسب سمجھا کہ جو تے آپ کے حوالے کر کے آپ کا شیر اس مکان کے رہنے والوں کی طرف سے دور کر دے۔ کیونکہ چیزیا کے بیوں کے ثناں اس کے کمپاؤنڈ میں بھی پائے گئے تھے۔“
”بہر حال اس سے اس کی بے گناہی تو ثابت ہی ہو گئی۔ رہ گئے اس گمرا کے درمرے لوگ یادہاں آنے جانے والے ہوان کے علاوہ اور کون ان جوتوں کو پہنچ سکا ہے۔“
”کچھ بھی ہو..... محاملہ بہت الجھا ہوا ہے۔ میرے خیال سے اس گمرا بھر کے لوگوں کو حرامت میں لے لیما چاہئے۔“

”لیکن میں اسے درست نہیں سمجھتا۔ میں نے سروج کو سمجھا دیا ہے کہ وہ ان جوتوں کے بارے میں کسی سے تذکرہ نہ کرے۔ حتیٰ کہ دلیر علیؑ کو بھی یہ بات نہ معلوم ہونے پائے۔ ان لوگوں پر شبہ ظاہر کرنے سے قائل بہت زیادہ محتاط ہو جائے گا۔“

”خیر بہر حال اب آپ نے کیا سوچا ہے۔“ حمید نے جعلی لیتے ہوئے کہا۔

”میں گیارہ بجے کی گاڑی سے کان پور جا رہا ہوں۔“

”کیوں..... وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ بولا اور رنچھر کے والدین کو تار دے دیئے گئے ہیں۔“

”مجھے اس کے والدین سے کوئی خرض نہیں ہے۔ میں تو یہ جاننا چاہتا ہوں کہ رنچھر بہاں آیا کیوں تھا۔ بہر حال میں کل رات تک یہاں واپس آ جاؤں گا۔ سروج کے مکان کی بھرپور کے حلقوں پر بیانات دے چکا ہوں اور تم خاص طور پر سروج پر نظر رکھنا۔“

”بھیب محاملہ ہے۔“ حمید اکٹا کر بولا۔ ”بھی آپ یہ کہتے ہیں کہ میرا شیر اس پر نہیں ہے اور کبھی اس کی بھرپوری کا حکم صادر فرمائے ہیں۔“

”اگر اتنا ہی سمجھتے ہوئے تو میری جگہ پر ہوتے۔“ فریدی نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”بہر حال جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرنا اور ہاں گمراہی سے میرا یہ مطلب بھیں کہ آپ اس سے باقاعدہ مشی شروع کر دیں آپ کو تو میں موقع ملتا چاہئے۔“

”مطہریں رہتے۔ میں پاپی بھوٹیوں کو اپنی ہی کہتا ہوں۔“ حمید نے سکر کر کہا۔

”بہتر ہے کہ آپ انہیں پر اپنی ہی رہنے دیں۔ خیر ماقبل چھوڑو۔ ہاں اس بات کا خاص

خیال رکھنا کہ کسی پر یہ غایہ نہ ہونے پائے کہ کمان کی گمراہی ہو رہی ہے۔“

”گمراہی کے لئے میں نے اتوار، کار اور چھوڑ کو مقرر کیا ہے اور تم ان کے انجام ہو۔ ان

سے جو اطلاعات ملیں ان کا باقاعدہ روکارڈ رکھنا اور ہاں ڈاکٹر جھیں کی ڈپنزری کے پاس ایک
نقیر بیٹھا ہے۔ اس سے جھیں ڈاکٹر جھیں کے حلقوں اطلاعات ملیں گی۔ انہیں بھی محفوظ رکھنا۔“

”فریدی خاموش ہو گیا۔ اس کے سارے کانجیان دھواں ختمیں مرغ لے بنا رہا تھا۔ چھوڑی

دی جک وہ چپ رہا۔ ہمارے سے بولا۔“ ابھی تک فلکر پرنٹ ٹیپارٹمنٹ سے کوئی خبر بھیں آئی۔

محظی تو امید بھیں ہے کہ جوتے میں کسی جم کے نشانات مل سکیں۔ قائل انتہائی چالاک ہے۔ اس

نے اسی حادثت سے کی ہوگی۔“

”ایسا عکن ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”اس کے فرشتوں کے ذہن میں بھی یہ بات بھیں آئیں

کہ آپ کا ہاتھ ان جوتوں پر ہتھیں کے۔“

”بہر حال ابھی چھوڑی دری میں معلوم ہو جائے گا۔“

پھر خاموشی چاہی گئی۔

چھوڑی دری بعد رہا۔ میں قدموں کی آہٹ ستائی دی۔ ایک آدمی اندر واٹل ہوا اور

فریدی کے ہاتھ میں کافروں کے خاموشی سے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

”لوڈ کھو رپورٹ آگئی۔“ فریدی نے کافروں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”کسی جم

کے نشانات بھیں مل سکے۔ حالانکہ نشانات ہونے چاہئیں تھے۔ کیونکہ آج کل گردیوں میں عموماً

سب کے ہیں کچھ نہ کچھ ضروری ہیں۔ خیر دیکھا جائے گا۔“

وہ تھوڑی دیر تک پچھوچتا رہا پھر آنے والے کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اب تم جائتے ہو۔"

"اچھا بھی اب میں رواؤگی کی تیاری کروں۔ دیکھو بہت زیادہ حفاظت رہنے کی ضرورت ہے۔ ذرا بھی چوپ کے نہیں کر کام بگو۔"

"آپ الحیان رکھئے۔ اب میں پوری پوری استیاٹ کروں گا۔" حمید نے انتہے ہوئے کہا۔

"اس وقت تو بیجے ہیں لاش کی شناخت کے وقت سے لے کر گیا رہ بیجے تک کے وقتو

میں ایک کے علاوہ اور کوئی ثین کا پندرہ رکھے گی۔"

"میں آپکا مطلب سمجھ گیا تھا دوسرا کوئی کارسے بھی جاسکتا ہے۔" حمید نے مرکر کہا۔

"بہت ممکن ہے کہ ایسا ہو بھی گیا ہو گیں ہے سود۔ رندھر گلکے مکان کے قریب پرندہ

بھی پرستار کے گا۔ میں نے اس کا انعام پہلے ہی کر لیا ہے۔ لاش کی شناخت کے بعد ہی میں

نے کانپنڈ کے عالمگیر سراجِ رسانی کو بذریعہ تار مطلع کر دیا تھا۔ اس وقت رندھر گلکے مکان کے

ایک ایک کرے میں پولیس کے آدمی خیمن ہوں گے۔"

"تو مجھ اب آپ کے جانے کی کیا ضرورت ہے۔" حمید نے کہا۔

"بھی ہر ایک کے کام کرنے کا طریقہ الگ ہوتا ہے۔ اچھا اب میں ذرا اپنا سامان

دست کرلوں۔" فریضی نے یہ کہ کہڑنے کا امداد ہی کیا تھا کہ ایک آدمی کرے میں داخل ہوا۔

"وہیجے۔!" فریضی نے چونک کر کہا۔ "کیا بات ہے۔"

وہیجہ کا سانس پھوٹا ہوا تھا۔ وہ رک کر دم لینے لگا۔ پھر رک رک کر بولا۔ "ایک ...

لاش... اور...!"

"کیا مطلب۔؟" حمید جلدی سے بولا۔

"میں اپنے صاحب کی پہلیات کے مطابق اس مکان کی گھرانی کے لئے چار ہاتھ۔ جب

میں اس بجھ پہنچا جہاں سے رندھر کی لاش برآمد ہوئی تھی تو مجھے بہت سخت بدو محسوں ہوئی۔

اندر راجھل چا تھا۔ میں نے تارچ کی روشنی میں ایک گورت کی لاش دیکھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا

یہیں وہ کہن سے کھو دکر نکالی گئی ہو۔"

”تو بھرم نے کیا کیا۔“ فریدی نے جلدی سے کہا۔

”میں قریب کے درجہات سے چار پانچ آدمیوں کا انعام کر کے لاش کو قبول ہوا کر لایا ہوں۔“

”یہم نے بہت اچھا کیا۔ حیدر احمد انہیں رک سکتا۔ یہ لاش دراصل میرے روکتے کے

لئے عی کالی گئی ہے۔ اچھا بتاؤ یہ لاش کسی ہو سکتی ہے۔“

”بھلامیں کیا بتا سکتا ہوں۔“ حیدر نے کہا۔

”یہ اسی گورت کی لاش ہے۔ جس کا تذکرہ ردیمیر نے کوتوالی انچارخ سے کیا تھا۔ حقیقی بولا کی لاش۔“

”اے۔!“ حیدر نے چونک کر پہنچنے لئے ہوئے کہا۔ ”لیکن آپ دُوق کے ساتھ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔“

”بھی جھمیں بیٹن آجائے گا۔ تم سیدھے سروچ کے بیان ٹلے جاؤ اور اسے لے کر کوتوالی آؤ۔ دلیر نگہم اگر اسے تمہان آنے دے تو اسے بھی لیتے آنا اور ہاں دیکھو سب کام اختیاط سے کرنا۔ ممکن ہے کہ وادی میں بھج سے ملاقات نہ ہو سکے۔ اس لئے ”گڈڑا ہات“ فریدی یہ کہتا ہوا اکرے میں چلا گیا۔

دُچسپ سفر

دلی ایک پرسپوری رفتار سے مجھن پتھکھازتی بھاگ رہی تھی۔ ایک فریدی ایک سہر آدمی کے بھیں میں فرست کلاس میں سڑک رہا تھا۔ گرمی کی وجہ سے اسے نینڈیں آر رہی تھی اور اگر شاید اس وقت نینڈ آتی بھی تو نہ سوتا کیونکہ سانتے والی رختھ پر لٹا ہوا سکھ اسکی تجھ کا مرکز نہ ہو رہا تھا۔

وہ دو عنان اشیخن کے بعد سوار ہوا تھا اور اس وقت کوئی اخبار پڑھ رہا تھا۔ سب سے زیادہ بھجی چیز یہ تھی کہ اس نے اس وقت بھی سیاہ میک پین رکھی تھی۔ فریدی سوچنے لگا کہ اگر اس

کی آنکھیں خراب ہوئیں تو وہ اس وقت اخبار نہ پڑھتا اور اگر آنکھیں نہیں تھیں تو رات کے وقت سایہ عینک لگا کر پڑھتا کی ہو شدائدی کے لئے نامکن ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یاد پاگل ہے یا بھر، ابھی وہ سوچتی رہا تھا کہ کمکنے اس کی طرف کروٹ بدی اور سکرانے لگا۔

”کیوں صاحب کانپور کس وقت آئے گا۔“ اس نے جائی لیتے ہوئے کہا۔

”کانپور نہیں آئے گا بلکہ ہم لوگ چار بجے کانپور پہنچیں گے۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔

”ایک ہی بات ہے۔“ اس نے فس کر کہا اور پھر چونکہ کر انھیں پیٹھا لیں دوسرا ہی لمحہ سنبھل کر اپنا جوتا خلاش کرنے لگا۔

جب وہ با تھرم سے لدا تو فریدی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

”فریدی صاحب آداب عرض ہے۔“ اس نے سکرا کر جھکتے ہوئے کہا۔

اگر فریدی کی جگہ پر کوئی اور ہوتا تو اس اچاک حلے پر ضرور یوں کھلا جاتا۔ لیکن فریدی اسی طرح پر بکون رہا۔ سکھ نے شاید یہ سمجھا تھا کہ اچاک بچھان لئے جانے پر فریدی ضرور پر بیثان ہو جائے گا۔ لیکن جب اس نے یہ دیکھا کہ فریدی کے اطمینان میں کسی حتم کا فرق نہیں آیا تو وہ خود میری طرح یوں کھلا گیا۔

”آداب عرض۔“ فریدی نے لیٹئے ہی لیٹئے کہا اور بھر کسی خیال میں ڈوب کر سکار کے سُن لیئے گا جیسے کوئی بات بھی نہ ہو۔

سکھ شاید ابھیں میں پر گیا تھا کہ لکھبے کیا کہے۔ ملک کی حالت بالکل اس پیچے جیسی ہو رہی تھی جس کی شرارت سے اچاک کوئی کار اسٹارٹ ہو جائے اور وہ یوں کھلا کر یہ سوچ رہا ہو کہ اب مشین کس طرح بند کی جائے۔ وہ گھنی گھنی آواز میں کھانتے لگا۔ فریدی کا انداز ایسا تھا جیسے اس کے علاوہ اس کی پارٹیٹ میں کوئی اور نہ ہو۔

”فریدی صاحب کہئے کیا بچھانا۔“ وہ دوبارہ جھپٹی ہوئی ہٹی کے ساتھ بولा۔

”اویں!“ فریدی چونکہ کریوala۔ ”لیکن سیری شرافت کی بھی وادد بھی کہ میں نے آپ کو بچھان کر بھی خواہ نہوا دھل دی محتولات کی ضرورت نہیں بھی۔“

”آپ بھلا مجھے کیا جائیں۔“ وہ گمراہ کر ایک قدم پیچے بٹتے ہوئے بولا۔

”کیوں سردار جی! کیا اب بھی یہ بتانے کی ضرورت رہ جاتی ہے کہ آپ کی ڈاؤنی اور کیس دلوں نفلتی ہیں۔“ فریدی نے لیٹھی ہی لیٹھی چھٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

سکھ چپ چاپ اپنی برتھ کی طرف لوٹ گیا۔ فریدی پرستور اسی طرح لیٹھا چھٹ کی طرف دیکھ رہا تھا حالانکہ جتنی ہوئی تین کے اندر ہوا کے جھڑاں آرہے تھے اور پچھا جل رہا تھا جن کے ماتھے پر پیسے کی نئی بوندیں پھوٹ آئی تھیں۔ اس نے سرہانے رکھے چھوٹے سے اپنی سے روپالورنکا اور فریدی کی طرف تاں کر کہنے لگا۔

”بس خیردار اٹھنے کی کوشش نہ کرنا۔“

”عجیب احمق آدی ہو۔“ فریدی نے فس کراس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”تمہارے دل میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا کہ خواہ توہاد اٹھنے کی کوشش کروں گا۔“

”بکھر!“ سکھ گرج کر بولا۔

”وکھو بھی مکھو کے دران میں تمذبب شرط ہے۔ ورنہ مجھے کہنی کچھ نہ المانا پڑے۔“ فریدی نے نہایت اطمینان اور بخوبی سے کہا۔ ”تم آخر جا چہ کیا ہو۔ سب سے پہلے تم نے مجھے فریدی کہہ کر جھاطب کیا۔ حالانکہ مجھے لوگ سمجھ ردار خال کہتے ہیں۔ لیکن میں نے تمہارے نامہ۔ جہنم نے سیرا محکمہ ادا نے کی غرض سے یہ کہا کہ میں جھیں بیجان گیا۔ لیکن میں بھی ہال گی حالانکہ میں نے چوری نہیں کی ڈاک جھیں ڈالا کرم اس طرح تھے کہتے ہو کہ کہا بیجانا۔ میں تو تمہارے خواہ توہاد مذاق پر کچھ نہ بولا۔ لیکن میں نے ذرا یہ کہہ دیا کہ تمہاری دارجی ہو رکیں نفلتی ہیں تو تم نے روپالورنکا لیا۔ عجیب آدی ہو۔ جھیں اس تاریک رات میں سیاہ چشم لگا کر پڑھتے دیکھ کر پہلے ہی خیال ہوا تھا کہ ضرور تمہارا دماغ خراب ہے پچھلے لوگ ایسے آدمیوں کو تھا کیوں ستر کرنے دیتے ہیں۔ ماہا کرم کسی اونچے خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔ عمر ایسا بھی کیا کرم مذاق کی باتوں پر روپالورنکا لیا اور سمجھ جیہیں پہلے تمہاری ہی طرف سے ہوئی تھی۔ تم مجھ سے عمر میں چھوٹے ہو اسلئے بطور صحت یہ ضرور کہوں گا کہ اپنے اوپر قابو رکھنا سیکھو اور

ہال رویالورڈ کار ریپ ہر ایک پنیں پڑا کرتا۔ میں ان چودہ کی جگہ میں ہزاروں کو موت کے گھاث اتنا رچا ہوں۔ یہ بائشت پیر کار رویالورڈ اسٹول ولاؤ ٹوئے مجھے سمجھ سردار خان کہتے ہیں۔ سردار جی۔“ سکھ کار رویالورڈ والا ہاتھ نہیں طرح کامب رہا تھا۔ آہستہ اس کا ہاتھ جھک گیا۔ اس کا چہوڑے سے تھا۔ تموزی دیر تک وہ چب رہا پھر کھلا کر کہنے لگا۔

”محاف کجیں گا سمجھ صاحب تھے وہ کہا ہوا ہے۔ اب آپ سے کیا پوچھ۔ آپ بھی سرکاری آدمی ہیں۔ میں دراصل ہی آئی ڈی کا اپنکے ہوں۔ آج کی دن سے میں بہت بڑے بد محاش کے پکڑ میں ہوں۔ تھجھ دراصل یہاں دو کہا ہوا ہے۔ کیا کیا جائے کہ آنکھیں اس کم بخت کی آنکھوں سے بہت لمبی بٹتی ہیں۔ میں ایک بار پھر محافی چاہتا ہوں جتاب سمجھ صاحب۔“
”کوئی بات نہیں۔“ فریدی نے فس کر کہا۔ ”آخر دو کہا ہوئی جاتا ہے۔ کہاں تک رسیف
لے جا رہے ہیں آپ؟“

”کان پورا“

”پڑے سفر ہرے میں لے گا۔ میں بھی کانپور جا رہا ہوں۔“

”بڑی خوشی ہوئی۔“

”آپ آج کل کہاں تھیں؟“ فریدی نے پوچھا۔

”الله آباد میں!“

”جب تو آپ بڑے ہرے میں ہوں گے۔“ فریدی نے فس کر کہا۔

”کیوں ہرے میں کیوں؟“ سکھ نے جیرت سے کہا۔

”خوب امر دکھاتے ہوئے۔“ فریدی نے کہہ کر ایک بھدا ساق تھپہ لکھا۔ سکھ بھی جتنے لگا۔

”آپ سکار پیتے ہیں۔“ فریدی نے سکار کیس بڑھاتے ہوئے کہا۔

”میں جیسیں ٹھکریتے۔“

”تو پھر کچھ پاتیں کچھ نہ کر راست کئے۔ اب تو نیند آنے سے رعنی۔ رویالورڈ کیتھے ہی روپکر ہو گئی۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔

”میں مجھے سخت شرمندگی ہے۔“ سکھ نے فس کر دانت نکال دیے۔

”کوئی بات نہیں کوئی بات نہیں۔“ فریدی نے کہا۔

تموزی دریجک خاموشی رہی پھر سکھ بولا۔

”دیکھئے کب تک وہ بد معاشر ہاتھ آتا ہے۔“

”کون بد معاشر؟“ فریدی چنک کر بولا۔

”وہی فریدی!“ سکھ نے کہا۔ جس کے دوسرے میں خواہ توہا آپ کو پڑھان کیا۔

”دیکھئے اگر آپ اسی طرح دوکا کھاتے رہئے تو مشکل ہی سے اس پر ہاتھ پر لے گا۔“

فریدی نے فس کر کہا۔ ”ہاں یہ تو آپ نے تباہی نہیں کر اس کا جرم کیا ہے۔“

”اورے صاحب معمولی جرم نہیں۔“ سکھ بولا۔ آپ نے لا آباد کے کینڈا بچ کی

چوری کا حال ضرور سنا ہو گا۔ اس چوری میں اسی کا ہاتھ تھا۔ اس کے ساتھیوں نے ایک چوکیدار کو

بھی جان سے مارڈا۔“

”جب وہ بڑا خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور آپ اسے خناک قدر

کرنے لٹکے ہیں۔“

”میں نہیں ہم کی ہیں۔“

”اچھا!“ فریدی نے منی خبر اندراو میں کہا۔

”مجھے اسید ہے کہ وہ جلد ہی گرفتار ہو جائے گا۔“ سکھ نے اپنا پشتہ اتارنے کی تیاری

کرتے ہوئے کہا۔

فریدی اس کی آنکھیں دیکھتے ہی چونکہ پڑا اور پھر دل ہی دل پڑنے لگا۔

”اچھا بھی مجرم صاحب اب تو نہیں آ رہی ہے غسکارا!“ سکھ نے جمالی لیتے ہوئے کہا۔

”اچھا صاحب شب پتھر۔“ فریدی نے جلا ہوا سارکھو کی سے باہر چھکتے ہوئے کہا۔

رات کے تقریباً تین بجے رہے ہوں گے سکھ خدا نے لے رہا تھا۔ فریدی آہستہ آہستہ اخدا

اور دھکا سوئے ہوئے سکھ پر ٹوٹ پڑا۔ سکھ نے گھبرا کر اشیے کی کوٹش کی لیں دیں وہ فریدی کی

گرفت میں بڑی طرح جکڑا ہوا تھا۔ کچھ نیند کا خمار، کچھ اس اچانک مٹے سے پیدا شدہ بدھوای اور کچھ پوکھلا ہٹ۔ ان سب چیزوں نے اس میں جدو جد کی قوت نہ رہتے دی۔ فریدی نے اس کی ٹائی سے اس کے دقوں ہاتھ اس کی پیچے پر جکڑ دیئے۔ اب وہ برتھ پر ہے اس پر اس کا لیاں بک رہا تھا۔ فریدی کھڑا سکرا اتارا۔ وہ بیش ایسے مدقوقوں پر اپنے شکار کی پھر پھر اہٹ سے کافی مکھڑہ ہوا کرتا تھا۔

”اب میں اپنے پیارے سی آئی ذی اپکڑ کے درشن کرنا چاہتا ہوں۔“ فریدی نے جھک کر سکھ کی ڈاڑھی نوچتے ہوئے کہا۔ سُنی میں بہت سے بال اکھڑا نے اور اس کی منڈھی ہوئی شفاف بھروسی دکھائی دیئے گئی۔ فریدی نے ڈاڑھی کے بال نوچ لئے اور اس کی پچھی اتار دی۔ ”تم تاہذہ اکثر جیش تم سے اتنی جلدی ملنے کی امید تھی۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔ وہ بے ایر اردو اور انگریزی میں گالیاں لے کے جا رہا تھا۔

”شورت چاڑ جیش!“ فریدی گرج کر بولا۔ ”آج یہ تو تم بیری گرفت میں آئے ہو۔ دیکھتا ہوں اب کیسے بیٹھ لٹکتے ہو۔ عمرہ سے بیری ٹھاکیں تم تھیں۔ میں تمہارے جامن سے بھی واقف تھا جیسے تم قانون کی گرفت سے بہتر بیٹھ لٹکتے تھے۔“

”دیکھا جائے گا..... اس وقت تم نے کون سے قانون کے تحت مجھے باندھ رکھا ہے۔ تم بیرا کچھ نہیں کر سکتے۔“ جیش تیزی سے بولا۔ ”بیس پول کرو گوں کو دھوکا دے جاؤ۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔ ”کم از کم چھ بیسے کے لئے تو ضرور جاؤ گے۔“

”تم مجھے کھول دو ورنہ اچھا نہ ہو گا۔“ ڈاکٹر جیش نے بیچ کر کہا۔ ”اور جیسیں کھول دیئے پر کیا اچھا ہو گا۔“ فریدی نے فس کر کہا۔ ”تمہیں کھول دوں تاک تم مجھے اپنے بغیر لاسن کے روپ اور کاتشانہ ہادو۔ کیوں ہے ناچکی بات۔“ ”دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ مجھے کھول دو ورنہ کہیں جیسیں اپنی طازمت سے نہ تھوڑا جو نہ پڑیں۔“

”میں پانی سے ہاتھ دھونے کا عادی ہوں۔ اس کی آپ فکر نہ کریں۔“

”تو تم نہیں کھو لے گے۔“

”ہرگز نہیں!“

”اچھا دل کیلے لوں گا۔“

”جی بھر کر دیکھ لینا کہیں بعد میں پچھتا پڑے بہت ملکن ہے کہ بولا اور رندھر بھی اپنا زور لگا کر جھیں زیادہ دلوں کے لئے بھگوادیں۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔
بولا اور رندھر کا نام سن کر ڈاکٹر جیش کے منہ پر ہوا بیان اڑ رہی تھیں۔ وہ فریدی کو حیران آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

”کیوں چپ ہو گئے؟“ فریدی نے اپنے شانے اچھائیتے ہوئے کہا۔ ”کیا خطا کہہ رہا ہو؟ کچھ بیانا ڈاکٹر آخاس بھیں میں تم کہاں اور کیا کرنے چاہے تھے؟“

”اگر فرض کرو میں یہ نہ بتاؤں تو!“ ڈاکٹر جیش نے خیری سے کہا۔
”تمہاری مرضی..... میں کسی کو کسی بات پر مجبور کرنے کا عادی نہیں۔“ میں اس وقت سے ڈرو جب سول پولیس کے رکھروٹ تھماری پوزیشن کا خیال کئے بغیر تم سے ساری باتیں انکو ادا شروع کر دیں گے۔ اگر سیدھے سیدھے مجھے بتاؤ گے تو اس عذاب سے جھیں نجات مل جائے گی..... درست!“

فریدی تھوڑی دیر تک رک کر ڈاکٹر جیش کے پھرے کے اندر چھاڑا کو بنور دیکھتا رہا پھر اپاک بولا۔

”شام والی لاش بولا ہی کی تھی نہ؟“

”ہاں آس کیا مطلب؟“ ڈاکٹر جیش چھک کر سمجھتے ہوئے بولا۔ ”تم نہ جانے کیا الٹی سیدھی ہاںک رہے ہو?“

”خیر خیر میرا مقصد حل ہو گیا اور میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم آسانی سے یہ سب کچھ بتاؤ گے۔ خیر پھر کسی۔ اچھا تنا تو تباہی دو کہ جب تم مجھے پیچاں گئے تھے تو خدا نہ تو اسے مجھے

چیز نے کی ضرورت تھی کیا تھی۔"

"ڈاکٹر جیش مکار نے لگا۔ دخال اس کی آنکھیں چکنے لگیں، اس نے خس کر کہا۔

"واہ فریبی صاحب آپ کیسے سراغِ رہاں ہیں کہ اتنا بھی نہیں سمجھے۔ بھی آپ کو وہ بیج رات ایشمن کی طرف آتے دیکھا تو مجھے مذاق سوچتا۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ آپ سے اس طرح تعارف حاصل کیا جائے۔ میں نے سکھ کا بیس بدلا اور کار میں پینٹ کر فوراً اگلے ایشمنوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں سے انتہا تھا مجھے اسی ذہن میں آنا پڑا جہاں آپ تھے۔ یہ اتفاق نہیں تو اور کیا ہے۔" ڈاکٹر جیش ہنسنے لگا۔

"بہت اچھے!" فریبی نے خس کر کہا۔ "میری چھوڑی سے مجھے ہی بلاک کر رہے ہو۔"

ڈاکٹر میرے لئے تمہاری یہ باتیں کسی چھ سینے کے پچے کی "غوغائی" سے زیادہ وقت نہیں رکھیں۔ ذرا یہ بتاؤ کہ تمہیں اس بات کا یقین کیسے آگیا تھا کہ میں کانپوری کی طرف سفر کروں گا۔ جب کہ گیارہ بجے اور دوسرا عین گاڑیاں مختلف سوتون میں جاتی ہیں۔"

ڈاکٹر جیش خاموش ہو گیا۔ اس کے پھرے پر شیخانی کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ کچھ

خجالت اور کچھ جھنجلاہٹ نے اس کے پھرے کو بہت زیادہ "محکم خیر" بنا دیا تھا۔

"خیر تو تم یہ بھی نہیں بتانا چاہئے کہ تم نے مجھے خواہ مخواہ کیوں چھیڑا تھا۔" فریبی نے

کار سلاٹے ہوئے کہا۔

"دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ میرے ہاتھ کھولوں دو۔" ڈاکٹر جیش نے ناخنگوار لہجہ میں کہا۔

"اور میں تم سے استدعا کرتا ہوں کہ بار بار میں ایک جملہ دہراتے جاؤ۔" فریبی نے

مکار کر کہا۔

"تم عجیب گدھے کے پچھے ہو۔" ڈاکٹر جیش نے چیخ کر کہا۔

"وزر اس بات کو صاف کر دو کہ میں گدھے کا پچھے ہونے کی وجہ سے عجیب ہوں یا عجیب

ہونے کی وجہ سے گدھے کا پچھے ہوں۔ یا۔ پھر۔" فریبی نے شجاعتی سے کہا۔

"تمہارا سر!" ڈاکٹر زور سے چینا۔

”ہاں ہاں سیرا سیرا“ فریدی نے گھبراہت میں اپنا سر متولت ہوئے کہا۔ ”کیا ہوا میرے سر کو... موجود تو ہے؟“

”چپ رہو ان لوکے پڑھئے!“ ڈاکٹر جیش زیچ ہو کر زور سے چھپا۔

”اچھا چپ ہو گیا آلو کا پٹھا!“ فریدی نے اسی انداز میں چھپ کر کہا اور حیثت کی طرف دیکھنے لگا۔

ڈاکٹر جیش نے جھبلاہت میں اپنا سردیوار سے گلے لیا۔

”ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو بھی۔ اپنے ساتھ مجھے بھی پھنسواڑے کی کیا؟ اگر دیوار پر بٹھتی تو؟“ فریدی نے اس کی طرف بچتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر جیش نے جھبلاہت میں اس کے من پر تھوک دیا۔

”یہ اچھی علامت ہے۔“ فریدی نے دروازے سے اپنا منصف کرتے ہوئے کہا۔

”خدا کے لئے میرا بچپنا چھوڑ دو۔“ جیش نے جنگ آ کر کہا۔

”لیکن خدا ہی کا حکم ہے کہ میں تمہارا بچپنا شے چھوڑ دوں۔“

”اویو بروٹ!“ ڈاکٹر جیش اس بُڑی طرح چینا کر کے آواز بھرا گئی اور وہ بے تباہ پہنچنے لگا۔

فریدی نے قبچہ لگایا۔

”خوب دل کھول کر خس لو لیکن اتنا یاد رکھو کہ میں جھیں زندہ نہ چھوڑوں گا۔“ جیش نے صدر سے ہاتھ پھٹے ہوئے کہا۔

”کیا کروں ڈاکٹر جب سے اس بُٹلی والی گیس کا اثر دماغ پر ہوا ہے بعض اوقات بے وجہ بھی نہیں آتی ہے۔“ فریدی نے سمجھی گئی سے کہا۔

ڈاکٹر جیش کا سر پھر اتر گیا۔ وہ فریدی کو خور سے دیکھ رہا تھا۔

”ڈاکٹر جیچ تنا وہ کس کی انجاد ہے۔ تم سے تو اسکی اسید نہیں۔ تم سبھرے گماہر آدی۔“

”تم مجھے کیا سمجھے ہو۔“ ڈاکٹر جیش نے فریدی لپجھ میں کہا لیکن پھر فرایی سنبھل کر بولا۔

”تم نہ جانے کیا اب رہے ہو۔ کیسی گیس، کیسی ایجاد..... گھاٹم خود ہو گے۔“

”خیر یہ تو تمہارا دل ہی جاتا ہو گا کہ میں کتنا گھاٹم ہوں۔“

ڈاکٹر جیش خاموش ہو گیا۔ اتنی دیر بکھر پہنچے سے وہ مذھاں سا ہو گیا تھا۔ ایک ہارے ہوئے نامید جواری کی طرح اس نے ہاتھ پر ڈال دیے۔

فریدی اب بھی اسے چھپا رہا تھا۔ لیکن وہ بالکل خاموش تھا۔ نہ جانے وہ کیا سوچ رہا تھا۔ فریدی نے گھری دیکھی۔ گاڑی پڑھہ مفت کے بعد کانپر رکھتے والی تھی۔

تیسرا شکار

دوسرے دن فریدی کانپر سے لوٹ آیا۔ اس کے ساتھ ڈاکٹر جیش بھی تھا جس کی عمر انی کے لئے کانپر کے دو کائیں ساتھ آئے تھے۔ حید فریدی کو لینے کے لئے انہیں آیا تھا۔ وہ ڈاکٹر جیش کو اس حال میں دیکھ کر منجب تھا۔

”یہ حضرت کہاں؟“ اس نے فریدی سے کہا۔ ”میں یہاں خواہ توہا پر بیٹاں ہو رہا تھا کہ آخر یہ کہاں لا پائے ہو گئے۔“

”بھی میں ایسے دستوں کو اپنے ساتھ ہی رکھتا ہوں۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔

ڈاکٹر جیش اسے قہر بھری نظروں سے گھوڑے لگا۔

وہ لوگ انہیں سے بالکل کہا بہر آئے۔ حید فریدی کی کار لے کر آیا تھا۔ فریدی نے ڈاکٹر جیش سے کار میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ میں وہ بستور کھرا رہ۔ حتیٰ کہ یہاں تک نوبت پہنچ کر کائیں گے۔ اسے زبردستی کار میں بٹھانا چاہا۔ اچانک ایک فائزہ ہوا اور وہ ڈاکٹر جیش چیخ کر زمین پر آ رہا۔ گولی سر کی بھیاں توڑتی ہوئی پیٹھانی سے بالکل گئی تھی۔ فریدی اور حید اس طرف چھپے چھڑ سے فائزہ ہوا تھا۔ لوگ ادھر اُھر بڑی بے تزمی سے بھاگنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسی

مکمل ریشمی چیزے مفتریب بمباری ہونے والی ہو۔ فریڈی نے طرح جملایا ہوا تھا۔
 ”بالکل پیدا ہے حید..... ان کم بخنوں کی بدھوی کی وجہ سے شکار ہاتھ سے کل کیا۔“
 اس نے رک کر پیشانی سے پینٹ پوچھتے ہوئے کہا۔
 حید نے سرائیگلی کے عالم میں کہا۔

”یہ آخر ہوا کیا؟“

”بہت بڑا اواب اور سروکام کہنا پڑے گا۔ ساری محنت برپا ہو گئی۔“ فریڈی نے ہاتھ
 لٹھے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر جیش کی لاش کو قوتی لائی گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس حادث کی خبر سارے شہر
 میں مشورہ ہو گئی۔ فریڈی سے یہاں لایا گیا۔ اس نے جیش کی گرفتاری سے لے کر موت تک کے
 سارے واقعات بتائے۔ لیکن اس نے اپنے اس شب کا انہما رکھ کر ڈاکٹر جیش کا تسلی رعیت
 والے کیس سے بھی ہے۔ اخبارات نے اس نے حادثے پر طرح طرح کی حاشیہ آرائیاں کیں۔
 حید پورے حالات جانتے کے لئے نری طرح بے ہمین تھا۔ کوتولی سے فرمت پا کر
 جب دلوں گمراہ آئے تو حید سے سبر زد ہوا۔ وہ پھر پوچھ بیٹھا۔ فریڈی ستر کے سارے واقعات
 بتانے کے بعد بولا۔

”ہاں بھی یہ تو تباہ کردہ لاش بدلائی کی تھی تھا۔“

”تھی ہاں بدلائی؟“ حید نے کہا۔ ”اور سروج حالات میں ہے۔“

”کیا مطلب؟“ فریڈی نے چوک کر کہا۔

”آپ کے جانے کے بعد میں سروج کو کوتولی لایا۔ حالانکہ لاش خراب ہو چکی تھی۔ اس
 کا پھرہ بڑی حد تک گھوگھیا تھا لیکن سروج نے اسے پھیان لایا۔ اس کا بیان دوبارہ لیا گیا۔ دلیر
 عکمی حفاظت ہو گئی۔ لیکن سروج ابھی تک حالات ہی میں ہے۔“

”یہ بہت بڑا ہوا۔ ان گدھوں کو کمی عمل نہ آئے گی۔ سارا بنا بنا کیمبل بکھڑا دیا کم بخنوں
 نے۔ تم نے انہیں ایسا کرنے سے روکا کیوں نہیں۔“

”میں نے چیف اسپکٹر سے کہہ کر کوئی نہیں کی کوشش کی تھی لیکن انہوں نے بھی کوئی دھیان

نہ دیتا۔

”خیر اور کئی خیر!“

”ڈاکٹر جیش بھائی سے عابر ہی ہو گیا تھا۔ لیکن سلمہ اور سروج کی گرفتاری کے بعد مکان کی گرفتاری کا کوئی سوال ہی نہیں رہ گیا۔“

”حیدر تم اسے بدھو کیوں ہوتے جا رہے ہو۔“ فریڈی نے اپنی ران پر ہاتھ مبارتے ہوئے کہا۔ ”جمیں یہ کیسے سمجھی کہ بھی دونوں بھرم ہیں۔ اس قسم کے کام اکیلے نہیں کئے جاتے ہیں۔ شروع ہی سے چوتا آہاں کیں کی گردہ کا ہمچ ہے۔ پھر بھی تم نے لیکھا تھا کہ زندگی افسوس!“

”اب کیا جاتا ہے ہو یعنی گنجی ظسلی۔“

”بیس قسم الوکیں کے۔“

”کانپر میں کیا رہا۔“ حیدر جوڑی دیر خاموش ہو کر بولتا۔

”کانپر میں میں نے یہ رائے قائم کی تھی کہ ڈاکٹر جیش ہی اس گروہ کا سربراہ ہے۔ میں یہ خالی غلط ثابت ہوا۔ اگر ایسا ہونا تو اس کی موت اس طرح واقع نہ ہوتی۔ اس سے صاف تکارہ ہوتا ہے کہ وہ اس گروہ کے ایک معمولی مجرم کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ خود اس نے کسی حم کا بیان نہیں دیا۔ میں نے اپنے طریقوں سے اس بات کا پہلے لکھا تھا کہ وہ اس گروہ سے تعلق ضرور رکتا ہے۔ ایک بات صاف نہ ہو گی کہ وہ اس وقت بھیں بدل کر کانپر کیوں چاہ رہا۔ اگر اس کا مقصد ردمیر سلمہ کے گھر کی علاشی لینا تھا تو اس نے مجھے تین میں چھیڑا کیوں تھا۔ چب چاپ کل کیوں نہ گیا۔“

”ہاں والی یہ جیز یجیب و غریب۔“ حیدر کچھ سوچتے ہوئے بولتا۔

”میں ایک تینج پر اور پہنچا ہوں وہ یہ کہ جس وقت بلا گئے گولی گئی وہ ردمیر کے مہڑ سائیکل کے کیر بیڑ پر بیٹھی تھی۔ ردمیر نے یہ بیان غلط دیا تھا کہ وہ تھا جلاپور سے آرہا تھا اور اس نے دھرم پور کے جھل میں ایک موڑت کی لاش دیکھی تھی۔ گولی لگتے ہی بلا گرجی تھی۔ اس کے گرنے کے بعد ردمیر ہاں کچھ دیر رکھی تھا۔“

”یہ آپ کس طرح کہ سکتے ہیں۔“ مجيد نے کہا۔

”یدیکو یہ خط مجھے کانپر میں ردمیر کے کمرے کی ٹلاٹی لیتے وقت ملا تھا۔“ فریدی نے جب سے خط کمال کر مجيد کی طرف پڑھا دیا۔
مجید خط پڑھنے لگا۔

”ردمیر ایں ایک بہت بڑی مشکل میں گرفتار ہو گئی ہوں مجھے آ کر بچاؤ کسی طرح یہاں آ کر مجھے خاموشی سے نکال لے جاؤ۔ دیکھو یہ بات کسی پر غافر نہ ہونے پائے ورنہ میری جان خفرے میں پڑھائے گی۔ مجھے لکھو کرم کب آرہے ہو چکیں اس طرح آنا کہ کسی کو کافیوں کا انہر نہ ہونے پائے۔ یہ میری زندگی کا سوال ہے اس خط کو پڑھ کر جلا دیا!“

بلا۔

”چین اس خط سے آپ نے ان سب باتوں کا اندازہ کیے گا لیا۔“
”نہایت آسانی سے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اگر مجھے یہ خط نہ ملتا تو مجھے نہ جانے کتنا اور بھکتا پڑتا۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”یہ کوئی تجھی بات نہیں۔“ فریدی نے سمجھا کر کہا۔ ”تم کبھی میرا مطلب نہیں سمجھتے۔ خبر سووا جب یہ خطر ردمیر کو ملا ہو گا تو اس نے اس کے جواب میں بولا کوئی حکما ہو گا کہ وہ اسے نکال لے جانے کے لئے آ رہا ہے اور اس نے اس سے تمام واقعات بھی پوچھنے ہوں گے۔ ممکن ہے کہ یہ خط ان لوگوں کے ہاتھ مل گیا ہو۔ جن کی گرفت سے وہ کل جانے کی کوشش کر رہی تھی۔ انہوں نے بھی مناسب سمجھا ہو کہ ردمیر کو یہاں آنے دیا جائے اور اس طرح بولا اور ردمیر دوتوں کا خاتر کر دیا جائے کہ کسی کو کافیوں کا انہر نہ ہو۔ ردمیر یہاں آیا اس نے مدد سائیکل حاصل کی اور بولا کو اس پر سوار کر کے لے بھاگا۔ قاتلوں نے اپنا بیان پہلے ہی سے تیار کر کر کھاتا۔ پہلے انہوں نے بولا کو ختم کیا۔ جب ردمیر یہاں سے پولیس لے گیا تو انہوں نے

گولیاں چلا کر پولیس والوں کو تو بھاگ دیا اور رندر ہر کو دیہی ذمیر کر کے فتن کر دیا۔ اس طرح انہوں نے رندر ہر کو پولیس کی نگاہوں میں مجرم قرار دے کر بولا کے غائب ہو جانے کا ذمہ دار بھی ہادیا۔“

”لیکن جب انہوں نے رندر ہر کو دُن کر دیا تھا تو اس بات کا کیسے پہ چڑ کر وہ بھی رندر ہر بولا کے مختصر تھا۔ آخر اس کا انہما بھی تو ضروری تھا ورنہ بولا کے فرار کی ذمہ داری اس پر کیوں ہائکر ہوتی۔“ حیدر نے کہا۔

”نہایت آسانی سے..... بولا نے رندر ہر کو لگہ دیا تھا کہ وہ کسی سے اس بات کا تذکرہ نہ کرے۔ لہذا اس کی روائی کی اطلاع کسی کو نہ ہو سکی۔ یہ لازمی بات ہے کہ رندر ہر کے اچانک اس طرح غائب ہو جانے سے لوگوں کو سبھی خیال ہوتا کہ وہ دونوں کھلی فرار ہو گئے ہیں۔ جب کہ لوگ پہلے سے جانتے ہی تھے کہ دونوں ایک دوسرے کے مختصر ہیں۔“

”توہن؟“ حیدر نے سوچنے ہوئے کہل۔ ”میر موڑ سائل کا نمبر مٹانے کی کیا ضرورت تھی؟“

”تو بہت سہوٹی ہی بات ہے۔ اگر موڑ سائل کا نمبر نہ مٹایا جاتا تو اس کے مالک کا پہ نہایت آسانی سے چل جاتا اور رندر ہر کی لاش کو دُن کر دینے کا مطلب ہے یہ تھا کہ پولیس اور اُندر اندر ہر سے میں سر مارتی پھرے۔ وہ تو خادو گیئر دُوں کو کہ رندر ہر کی لاش ہم آمد ہو گئی۔..... ورش چڑو زرد ہوں ہوتا۔“

”اب آپ نے کیا سوچا ہے۔“ حیدر نے کہا۔

”اُسکی کچھ نہیں سوچا۔ اُسکی تو فی الحال مجھے سروچ کو رہا کہ جالا پر پہنچانا ہے۔“

”ہے ہے..... عین اول درود!..... اے دا!“ حیدر نے بطرد و قوالی جھوٹے ہوئے کہل۔

”کیا کہتے ہو؟“ فرمی بیڑا ری سے بولا۔

”اُرے کیا پوچھتے ہیں ضھوڑ..... بس یہ کچھ لجھے کہ پرانے صنعتوں کے الفاظ میں وہ ملاںک فریب، پری تمثیل، روکش، سہرا و مہاجم، اجنبت جیں، زہر جیں، بہنجھائے شکریں، سرپا

”ورنہ آپ میرے حق میں دستبردار ہو جائیں گے۔ بہت بہت ٹھریے“ حیدرنے پس کر کل

”تم ہو اجھے خاہے گدھے۔“ فریڈی نے اکا کر کہا اور آنھیں بند کر کے آدم کری کی پٹ سے بک گل۔

خاندانی خاطری

فریضی حالات میں سردوخ سے ملا۔ وہ اسے دیکھ کر رونے لگی۔ اس کی رہائی کا اختلاف اس نے پہلے ہی کر لیا تھا۔ وہ اسے دم دلار دینا ہوا جلاپور لے آیا۔ خاکر دیوبنگ سردوخ کی آمد کے تحفیں سن کر آپ سے باہر ہو گیا۔ اس کی بے قور آنکھوں میں خون اتر گیا۔ بھروسیں تن گھنیں اور حجی کر بولنا۔

”اب یہاں کیا کرنے آئی ہو خاندانی عزت ملا تو دی خاک میں۔“

”بھیجی، آخر اس میں میرا کیا صورت ہے۔“ سروج روٹی ہوئی بولی۔

”کوں بلایا حاتم نے بولا کو۔ خود حان سے گئی اور ہماری گردن ہلی ٹھیک رکھ دیا۔“

اءے ہے دلیر عالم نے جی کر کھا۔ اب بھاں تمہارا کوئی کام نہیں شاکر امر عالم کے خاتم ان کی کامیابی

اور جیل میں جائے۔ تو بھی یرکاش ہی کے ساتھ کیوں نہ مر گئی۔

"خاکر صاحب بھلا اس میں ان کا کام قصور ہے۔" فردی نے نرم لمحے عین کہا۔

"اے حب رئے چاہ۔ یہ سب کے گمراہ مخالفات ہیں۔" نبی کریم ﷺ کو گفت۔

"خاکر صاحب مجھے شرم دی ہے کہ آپ لوگوں کو تکلیف اٹھانی پڑی۔ اگر میں حاصل ہوئा

تو اس کی فویت نہ آنے پاتی۔” فریبی پھر اسی اعماز میں بولا۔

”تکلیف نہ اٹھانی پاتی۔“ دلیر عکم جلا کر بولا۔ آپ کیا جائے کہ خامد ان کی عزت کیا

چیز ہوتی ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔“ میں اب جو ہوا سو ہوا۔ انہیں معاف کردیجئے۔“ فریبی نے کہا۔

”اچھا تو آپ سنارش کرنے کے لئے آئے ہیں کیون سر درج اتنی جلدی اتنے جاں ٹار

پیدا کر لئے۔“ وہ طریقے میں بولا۔

سر درج بے اختیار رہنے لگی۔

”خاکر صاحب ایسے پورا گ کوئی باعث زیب نہیں دیتی۔“ فریبی نے ناخن گوار بھ

میں کہا۔

”برماو کرم آپ یہاں سے تعریف لے جائے اور سر درج تم بھی۔۔۔ تمہارا اس گمرا میں

ایس کوئی کام نہیں۔“

سر درج نے دلیر کے پاؤں پکڑ لئے۔ میں اس نے اسے بے دردی سے ہٹا دیا۔

”اب اس گمرا سے بیری لاش ہی نکلے گی بھیا جی۔“ سر درج روشنی ہوئی بولی۔

”تم یہاں سے بھلی جاؤ ورنہ کچھ تمہاری لاش ہی نکلے گی۔“ دلیر عکم جیکے کر بولا۔

”خاکر صاحب آپ سر درج کو دیکھی دے رہے ہیں۔ لہذا اب پولیس کو انہیں اپنی

حکایت میں لینا پڑے گا۔“

”پولیس!“ دلیر عکم زیر خندہ کے ساتھ بولا۔ ”پولیس کی حکایت میں تو یہ دو راتیں رہی

ہے۔ کیا بھی تم لوگوں کا جی اس سے نہیں بھرا۔“

”کیا بک رہے ہو خاکر ہوش میں آؤ تم فریبی سے نکلو کر رہے ہو۔“ فریبی نے تجزی

سے کہا۔

”خاکر میں تمہارا من قوچ لوں گی۔“ سر درج یک بیک بیکر کر بولی۔ میں بھی راجحتی ہوں۔“

”اچھا راجحتی کی پنجی! تم جلدی سے یہاں سے اپنا من کالا کرو۔ خیر دار کبھی اس گمرا کی

طرف آنکھ اٹا کر بھی نہ دیکھنا۔ ”لیکن تکمیل خصہ میں کامپنہ ہوا یو لا۔

فریدی سروچ کو لے کر مکان کے باہر چلا آیا۔ اب وہ پھر شہر کی طرف چارہ چاہا۔

”محنت شرمندگی ہے۔ سروچ بین۔“

”لیکن آپ نے کیا کیا ہے۔“ سروچ رعنگی ہوئی آواز میں بولی۔

”میں نے تمہیں پہلے یہ کیوں نہ اچھی طرح مخوط کر دیا۔“

”قسمت کا لکھا پورا ہو کر رہتا ہے۔“ سروچ سکیاں لگی ہوئی بولی۔ ”آپ میں کہاں

جاوں۔ پہاڑی سے جا کر کہوں گی کیا۔۔۔ شاید وہ لوگ بھی مجھے پناہ دینے سے اٹھا کر دیں۔“

”تم اس کی فکر نہ کرو جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کسی حتم کے تددی کی ضرورت نہیں

ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”میں کسی کے لئے بار بذنب نہیں پا سکتی۔ میں محنت ہر دوسری کر کے پہنچ پال الوں گی۔“

”کیا تم ایک بھائی کی انجام ٹھکراؤ گی۔ انسانیت کے ناتے میں تم سے درخواست کروں گی

کہ جب تک تمہارا کوئی معمول انتظام سے وجہا نہ گا ہیری خدمت قبول کرو۔ میں ایک بھائی کی

طرح تمہاری خواہت کروں گا۔“

سروچ خاموش ہو گئی۔ اس کی پیکھیں زیادہ رو نے کی وجہ سے سوچ آئی تھیں اس نے کار

کی کھڑکی پر سر کر کر اپنا منہ چھپا لیا۔

”یہ ذاکرہ تھیں کے قتل کا کیا واقعہ ہے۔“ ٹھوڑی دیر بعد سروچ نے بھرا کی ہوئی آواز

میں کہا۔

فریدی نے اسے سب واقعات بتا دیئے۔ وہ بڑے غور سے سختی رہی۔

”ہیری تجھے میں نہیں آتا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“ سروچ کار کی سیٹ کی پشت پر

لیک لگاتی ہوئی بولی۔

”تو کیا تم ذاکرہ تھیں کو اچھی طرح جانتی تھیں؟“

”جی ہاں! وہ تقریباً ہر ہفتہ ہمارے یہاں مہماں رہتے تھے۔“

”کیا دلیر سکھ سے اس کی دوستی تھی۔“

”جیں وہ دراصل میرے شہر کے دوست تھے۔ ان کی موت کے بعد یہے خاکرے سے ان کی کمربی پہنچنے لگی۔“

”بیلا سے وہ بے ٹکف تھے یا نہیں؟“

”قلعی نہیں!“

”بھی بولا ان کے ساتھ باہر بھی جاتی تھی یا نہیں۔“

”بھی نہیں!“

”یا تم یہ تاکتی ہو کہ دلیر سکھ سے ان کی دوستی کی کیا وجہ تھی۔“

”یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”اچھا تمہارے شہر پر کاش پا لو سے ان کی دوستی کی کیا وجہ تھی؟“

”میرے شہر ایک مشہور سانس داں تھے۔ وہ آئے دن تھے جو بات کیا کرتے تھے۔ ذاکر نہیں کوئی اس سے دچھپی تھی۔ میرا خیال ہے کہ دونوں کی دوستی کی وجہ بھی تھی۔“

”تمہارے شہر کس قسم کے جو بات کیا کرتے تھے۔ الکا کلی نہ کوئی موضوع ضرور ہو گا۔“

”انہیں گیسوں کے جو بات کا زیادہ ثائق تھا۔ اس سلسلے میں وہ کتنی بار بہت سخت بیمار بھی

پڑے تھے۔“

”بیمار کیسے پڑے تھے۔“ فریدی نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”ایک بار تو بہت عی میجیب و غریب واقعہ ہو گیا تھا۔ پر کاش بایلو اپنی لمباڑی میں کسی کیس کے متعلق تحقیقات کر رہے تھے کہ اچانک ان پر بُلی کا دورہ ہے۔ میں اتفاق سے اس طرف جاتلی۔ پہلے تو میں یہ بھی کہ کسی بات پر خس رہے ہوں گے۔ میں نے انہیں پہنچنے دیکھ کر میں بھی یہی عی پہنچنے لگی اور میں نے ان سے بُلی کا سبب پوچھا لیکن جواب عارد۔ وہ براہمہنستے ہی چارہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان کی آنکھیں سرخ ہو کر اپنے طقوں سے باہمی معلوم ہوئے لگیں اور منہ سے جھاگ نکلنے لگا۔“ میں منٹ تک بھی کیفیت رسی پر اچانک وہ بے

ہوش ہو کر گئے۔“

”اچھا بھر ہوش میں آنے کے بعد تم نے اس کا سبب ان سے پوچھا تھا۔“

”میں نے بارہا دفعہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھیں وہ بیشتر تھے رہے۔“

”اس واقعہ کا تمہارے علاوہ کسی اور کو علم تھا۔“

”تی ہاں پرے غماکر صاحب بھی دہاں آگئے تھے۔ اس وقت ان کی آنکھیں تھیں تھیں اور ڈاکر جیسی کوئی بھی اس کا علم تھا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے ان دونوں اور گمرا کے علاوہ اور کسی کوئی بھی اس واقعہ کی اطلاع نہیں ہوئی تھی۔“

”تم یہ دُوق کے ساتھ کیسے کہہ سکتی ہو۔“

”دُوق کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتی۔ البتہ یہ میرا اندازہ ہے کیونکہ پرکاش بالوں نے ان سب کو منجھ کر دیا تھا کہ وہ اس کے بارے میں کسی سے پوچھنا کہیں۔“

”ہوں!“ فریدی کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ ”اچھا یہ بتاؤ تمہارے خیال میں ان چیزوں کے پیچوں والے جو قوں کو کون استعمال کر سکتا ہے۔“

”نہیں ایسا ناممکن ہے کیونکہ وہ گمراہ جہاں وہ عجائب رکھے ہیں ہمیشہ متفق رہتا ہے اور اس کی کنجی یا تو میرے پیس رہتی ہے یا غماکر صاحب کے پاس۔“

”خیر!“ فریدی نے کھانستے ہوئے کہا۔ ”گمراہی تمہارے یہ غماکر صاحب پرے غلام

آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“

”نہیں یہ بات نہیں۔ میں نے کہلی بار اٹھیں اس قدر غصے میں دیکھا ہے۔ ان کی نرم دلی سارے علاقے میں مشہور ہے۔ وہ بھیگریں تک کو بیٹھا کہہ کر خاطب کرتے ہیں۔ میری یادداشت میں انہوں نے کبھی کسی سے تجزی کا لی نہیں کی۔ آج ان کی زبان سے ایسے الفاظ نکلے ہیں کہ مجھے اپنے کافوں پر لیجنے نہیں آتا۔“

فریدی کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں اپنے مخصوص انداز میں نیم واہوئی جاری تھیں۔

یا کیک ان میں عجیب تم کی دھیانے چک پیدا ہو گئی۔

چوتھا حادثہ

پار بیجے شام کو فریبی دن بھر کا تھکا نامہ مگر آیا تھا۔ آج وہ دن بھر خاکر کر دیجئے جس کے دوستوں کو نہ لآ رہا تھا۔ ذاکرِ حیث کے گھر کی حاشیت تو اس نے اسی دن لے لی تھی جس دن اس کا قفل ہوا تھا۔ معمولی ناخدا کے بعد وہ اپنے کتوں کی دیکھ بھال میں لگ گیا۔ اس کے پاس تقریباً ایک درجن کتے تھے اور ہر کتابی مثال آپ تھا۔ کتوں کے شوق کا یہ عالم خاکر اس کے بھنٹ میں لکھت احباب اسے خوب سمجھ پڑت کہنے لگے تھے۔ سرف کتوں پر یہ خصوصیں۔ اس کے شوق عجیب و غریب تھے۔ اسے چنان بات کے مچ کرنے کا بھی شوق تھا۔ اس کی کوئی کا ایک کرہ دنیا کی عجیب و غریب چیزوں کے لئے خصوصی تھا۔ ان میں سب سے زیادہ عجیب و غریب چیز خلائق قسموں کے ساتھ تھے۔ وہ ایک ماہر پیدا کی طرح ان کی پروش و پروداخت کرتا تھا۔ ان میں سے کوئی ایسے بھی تھے جن کے ذریکی تسلیاں وہ خود کھلا کر کتا تھا۔ اس کی ان کتوں پر اس کے سارے ہم پیشہ اس کا مسئلہ اڑاتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اپنی شہرت کے لئے اس حرم کی عجیب و غریب حرکتیں کیا کرتا ہے۔

کتوں کی دیکھ بھال سے فارغ ہو کر فریبی اپنے چاہب خانے کی طرف گیا۔ جیسے ہی وہ دوسرے رہائش کی طرف مڑا اسے سردوچ دکھائی دی۔ جو چنان بات کے کمرے سے کل رہی تھی۔ ”تو آپ کو بھی ان کا شوق ہے۔“ وہ سکرا کر بولی۔

”کیوں کیا ہو اتم ڈریں تو نہیں۔ وہاں کوئی بہت ہی خوفناک چیزیں بھی ہیں۔“

”آخڑا آپ نے اتنے سارے سانپ کیوں مچ کر کے ہیں۔“

”چند بھیں کیوں مجھے سانپوں سے متعلق ہے۔“ فریبی نے کہا۔

”لیکن فریبی بھی یہ شوق خطرناک بھی ہے۔“

”لیکن یہ سبے لئے سبے پالو کتوں کی طرح بے ضر ہیں۔“

”تو پھر آپ نے ان کا زہر نکال دیا ہو گا۔“

”نمیں ایسا تو نہیں ان میں سے بھر سے ایسے بھی ہیں جن کا ذہر آج تک نکلا ہی نہیں گیا۔“

”انہیں کھلانا پڑتا کون ہے۔“

”میں خودا“ فریدی نے کہا۔ ”آ تو نہیں تماشا دکھاؤ۔“

دلوں کر کے میں داخل ہوئے، فریدی ایک الماری کے قریب چل کر کھڑا ہو گیا۔ الماری کے دروازوں میں نیچے کی طرف بے شمار چھوٹے بڑے سوراخ تھے۔ فریدی نے ایک مخصوص انداز میں سیٹی بھائی۔ یک بیک مکھ کاروں کی آوازیں سن لیں اور الماری کے سوراخوں سے سانپ لٹکنے لگے۔ سروج چیخ کر چھپے ہٹ گئی۔

”ذو نہیں یہ کچھوں سی بھی بدتر ہیں ان میں زبر نہیں۔“

فریدی نے سیر پر سے دودھ کا برتن اٹھا کر زمین پر رکھ دیا۔ سارے سانپ اس پر ٹوٹ پڑے۔ فریدی نے دوسرا برتن بھی اٹھا کر اسی کے قریب رکھ دیا۔ لیکن وہ سب پہلے برتن پر ٹوٹ پڑ رہے تھے۔ وہ انہیں ہاتھ سے ہٹا ہٹا کر دوسرا سے برتن کے قریب لانے لگا۔ یہ دیکھ کر سروج پھر چیخ پڑی۔

فریدی ہنسنے لگا۔

”ذو نہیں سروج بھن یہ سب سیرے دوست ہیں۔“

”محسے یہ تماشا بالکل اچھا نہیں لگا۔ میں ذرا سُنگ روم میں آپ کا انتقال کروں گی۔“ سروج یہ کہ کر باہر چل گئی۔

دلوں برتن صاف کر لینے کے بعد سارے سانپ آہستہ الماری کے سوراخوں میں ٹلے گئے۔ فریدی نے تھوڑی دیر تھہر کر چاروں طرف نظریں دوڑا کیں اور کچھ گلکانا ہوا باہر نکل آیا۔ سر جنث جید حیر قدموں سے عجائبات کے کر کے کی طرف آ رہا تھا۔ فریدی اسے دیکھ کر رک گیا۔

”کہو بھی کیا خبر ہے۔“

”کوئی خاص خبر نہیں کوتولی سے آ رہا ہوں۔ ابھی ابھی دلیر عکھ کا ذرکر آپ کے نام
ایک خدادے گیا ہے۔“

فریدی خدا پر منتے گا۔

”فریدی صاحبِ قلم!“

مجھے اپنے کل کے روپے پر بختِ خلوس ہے۔ کل شایدِ زندگی میں جملی بار مجھے حصہ
آیا تھا۔ سروج کو سمجھانے کی کوشش کیجئے گا۔ خدا کرے کہ وہ مجھے محفاف
کر دے۔ میں نے اس کی شان میں بہت علیٰ نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں جس
کے لئے میرا خمیر مجھے ملامت کر رہا ہے جب تک وہ یہاں نہ آ جائے گی مجھے
سکون نہیں مل سکتا۔ خدا میرے حال پر رحم کرے۔

منابع: خاکر دلیر عکھ

”تو ہوں آ گیا خاکر صاحب کو۔“ فریدی نے کہا۔

”اور یہ بہت رُواہوں۔“ حیدر سکرا کر بولا۔

”کیوں؟“

”میں یہ کیا جاؤں۔ لیکن سروج سے اس خط کا تذکرہ نہ کیجئے گا؟“

”آ خر کیوں۔“ فریدی نے سمجھا شہزاد اور میں پوچھا۔

”ارے تو کیا واقعی آپ!“ حیدر اور ہری بات کر کے چپ ہو گیا۔

”محب آدمی ہو۔ صاف صاف کیوں نہیں کہتے۔ آخر بات کیا ہے۔“

”لیا آپ تجھے سروج کو واپس بھیج دیں گے۔“

”تو اکیس تجھ کی کیا بات ہے۔“ فریدی نے ڈرائیکٹ روم کی طرف پر منتے ہوئے کہا۔

”سنبھال کی!“ حیدر سے روکتے ہوئے بولا۔ ”کیا واقعی آپ سخیگی سے کہر رہے ہیں۔“

”کہیں میں تمہاری پہلی نہ کر دوں۔“ فریدی نے نفس کر کہا۔ ”خواہ خواہ مجھا بجائے

جاری ہو۔“

”صرف ایک بات اور پوچھوں گا۔“

”غرض ہے؟“ فریدی رکتے ہوئے فس کر بولا۔

”تو واقعی کیا آپ سروج.....!“

”مکواں بینا!“ فریدی جھلا کر بولا۔

سروج ڈرائیکٹر ہوم سے کل آئی اور فریدی کچھ کہتے سننے خاموش ہو گیا۔ حمید کھیانی بھی

ہنسنے لگا۔

”کیا بات ہے۔“ سروج نے دلوں کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔“ فریدی کہتا ہوا اندر چاگی۔ سروج نے حمید پر ایک اپنی ہی نظر ڈالی اور وہ بھی چلی گئی۔ حمید تھوڑی دریکھ کھڑا سر کھانا تراہ۔ اچانک اس کے ہدوں پر شرارہت آئیں مسکراہت کھلی گئی۔ اس نے اور انہر اور دیکھا اور جی ہار کر ہرام سے زمین پر گر گیا۔

جی کی آواز سن کر فریدی اور سروج برآمدے میں کل آئے۔

”اُرے اُرے کیا ہوا۔“ فریدی حمید کی طرف پہنچنے ہوئے بولا۔

”حمد حمید.....!“ وہ اسے جھبجوڑ کر پکارنے لگا۔

”اُبھی تو اچھے سکھے تھے۔“ سروج نے کہا۔

”نہ جانے کیا ہو گیا۔“ فریدی نے حمید کے چہرے پر جھکتے ہوئے کہا۔

”تو کیا آپ واقعی سروج.....!“ حمید آہستہ سے بولا۔

فریدی نے جھلا کر اسکا منہ دبادیا۔ ”چپ ہو۔“ فریدی نے اسکا منہ دبایے ہوئے دیکھنا۔

”اُرے اُرے.....!“ سروج کہتی ہوئی آگے بڑھی۔ ”یہ آپ کیا کہد رہے ہیں۔“

”تم اسے نہیں جانتیں مسلم نہیں کون سا شیطان اس کے اندر حلول کر گیا ہے۔“

”صاحب آپ کی تو کوئی بات ہی میری بھیجھ میں نہیں آتی۔“ سروج نے کہا۔

”اور میری بات!“ حمید اٹھتے ہوئے جلدی سے بولا۔

”اُرے!“ سروج گمرا کر پہنچے ہٹ گئی۔

”حید اگر تم اپنی شرلوتوں سے باز شد آئے تو اچھا نہ ہو گا۔“ فریدی نے خود کا رجسٹر
میں کہا۔

”آپ بہر حال میرے آفس میں ہیں۔“

”آخربات کیا ہے؟“ سروچ نے کہا۔

”کچھ سکاری محالات ہیں۔“ حید سکرا کر بولا۔

فریدی اسے اب تک گھور دیا تھا۔

”آؤ چلیں اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ فریدی نے سروچ سے کہا حید بہر کھڑا رہا
اور وہ دنوں پلے گئے۔

”آخربات کیا ہے؟“ سروچ نے پھر پوچھا۔

”کچھ جیسی یونی ٹھنک کر رہا ہے۔“

”ای لئے کہا جاتا ہے کہ ماچوں کو زیادہ سر زندگی چھانا چاہئے۔“ سروچ نے کہا۔

”مشکل تو ہی ہے کہ اسے میں ماحت سمجھتا ہی نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے

ساتھیوں میں سب سے زیادہ بالسلیقہ اور ذہین ہے۔ ہاں ختم چھوڑو..... لویں خدا دینگے نے مجھے
رہ چکا ہے۔“

سروچ خط لے کر پڑھنے لگی۔

”تو پھر آپ کیا سمجھتے ہیں۔“ سروچ خط پڑھ کر بولی۔

”اس کے حقیقی بھلامیں کیا کہہ سکتا ہوں۔“

”میں نے تو فحیط کر لیا ہے کہ اس گھر میں قدم نہ رکھوں گا۔“

”اور میں آپ کے خیطے کی قدر کرتا ہوں۔“ حید نے کمر سے میں واپس ہوتے ہوئے کہا۔

فریدی نے جلا کر میز پر رکھا ہوا روپ اخالیا اور حید کم جانے کی ایک ٹنک کرتا ہوا خاموشی
سے ایک طرف پیٹھے گیا۔

تجوڑی دریک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد فریدی اور حید میں کسی کے

حلق بھیں چڑھیں اور سروج آتا کر پاہر چلی گئی۔

”یہ کیا حماقت تھی۔“ فریدی سروج کے چلے جانے کے بعد بولا۔

”کسی حماقت!“

”دیکھو سروج نیری مہمان ہے۔ تمہیں اس تم کی باشن شد کرنی چاہئن کہ اسے دکھ پہنچے۔“

”تو یہ کہنے کا آپ غلط ٹھنڈی میں جلا ہیں۔ اے یہ سب کچھ میں آپ ہی کلیئے کر رہا ہوں۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”مجت کرنے والوں کے پاس بھجو ہوتی کہاں ہے۔“

”پھر وہی بکھارا!“ فریدی نے بچھلا کر کہا۔ ”میں تمہیں آخری بار سمجھانا ہوں کہ اب تم

اس کے حلق بھی کچھ نہ کہتا۔ کیا تم اپنی طرح سب کو گدھا کھجتے ہو۔“

”میں نہیں میں اپنے علاوہ سب کو سمجھتا ہوں۔“

”دیکھو میاں حید! تمہاری بونکھاٹیں بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ میں عذر یہ تمہارے والد

صاحب کو لکھنے والا ہوں کہ جلد از جلد تمہارا کوئی محتول انتقام کر دیں۔“

”آپ کو غلط ٹھنڈی ہوئی ہے۔ میں بچھلے دو ماہ سے بالکل ہاشم نہیں ہوں۔“

”اچھا بھی اب تم کرو یہ قسم۔“ فریدی نے کہا۔ ”کوئی قاعدے کی بات کرو۔“

”میرے خیال سے سول میرج ہی زیادہ قاعدے کی بات رہے گی۔“

”تم زندگی بھر سمجھو دیں ہو سکتے۔“ فریدی نے ترا سمانتہ بناتے ہوئے کہا۔

”کچھ نہیں کہا آپ کا عشق کن منزوں پر ہے۔“ حید نے سکرا کر کہا۔

”کسی پر بیان حال گورت کوہلار بنا بھی تم ہوجاتا ہے۔ بہت تیری قسمت کی لئی کی تھی۔“

”آپ خواہ تو اپ پر بیان ہیں۔ میں آپ کے لئے جان کی باتی لکھ دوں گا۔“ حید نے

اپنے بینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

”اچھا میرے جاں غاراب چپ ہو چاہ۔ درستہ میں تمہارا گھاگھنٹ دوں گا۔“ فریدی

نے آتا کر کہا۔

”تو اس طرح یہ اس شہر میں چھپا قتل ہو گا۔“ حمید اپنے پھرے پر اداہی پیدا کرتے ہوئے بولتا۔

اس کی محکم خیر صورت دیکھ کر فریدی کو بھی آگئی۔
انھے میں تسلی وون کی کھنچی بھی۔ فریدی نے رسیور انھا لیا۔ ”بیٹوا“
اوہ فریدی صاحب امیں سدھیر بول رہا ہوں۔ ہرم پور کے بھل میں پھر ایک حادثہ
ہو گیا ہے۔“

”کیا کہا حدشا!“

”تھی ہاں۔۔۔ قتل۔۔۔ ہم لوگ چاہتے ہیں۔ آپ ہو جید صاحب سید ہے وہیں تھی جائیے۔“
”لوبھی۔۔۔ چھپا قتل بھی آخر ہوئی گیا۔“ فریدی نے رسیور رکھتے ہوئے حمید کی طرف
مزکر کہا۔

”کہاں؟“

”وہیں۔۔۔ ہرم پور کے بھل میں۔۔۔ جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ ارے لو۔۔۔ با توں میں
اندر ہو گیا۔ اپنی شرچ ضرور لے لیتا۔ جلدی کرو ورنہ کہیں لوگ کچھ گڑ بیٹن کریں۔“
”اب تو جاتا بہزادل چاہتا ہے کہ کوئی کچھ تھے قتل کر دتا تو اچھا تھا۔ یہ ملازمت کیا
ہے، آفت ہے لا حل ولا قوتا!“ حمید نے انھتے ہوئے کہا۔
دونوں کمرے کے باہر نکل گئے۔

فریدی کی ناک

اگھی نامی تاریکی بھل گئی تھی۔ ہرم پور کی تاریک اور دیوان سڑک پر ایکھڑا فریدی کی
کار تھی رفتاری کے ساتھ چلی چار ہی تھی۔

”بہت لکھن ہے کہ آج کی رات پھر خراب ہو۔“ حید نے بے دلی سے کہا۔
 ”دیکھا جائے گا۔ ابھی سے کس بات کی پریشانی ہے۔“ فریڈی نے آہنے سے کہا۔
 ”پریشانی آپ کو نہ ہوتی ہو گئی۔ بے ہال تو جان لکل کرو جاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ
 کون گردھا ہے جس نے قل کے لئے انہی قیصر شاہزاد بکھر کر دیکھی ہے۔ اے قل کہا ہے تو
 ہمارے گھر کے آس پاس کہیں کر دیا کرے۔“ حید نے بیڑا رہی سے کہا۔
 ”میں تھیں!“ فریڈی سکرا کر بولا۔ ”یہ بھی تھیں نہیں۔ اے چاہئے کہ قل کے لاش
 آپ کے گھر بھجوادیا کرے۔“
 ”حید پڑھئے لکھ۔“

”کیا زندگی ہے ہماری بھی۔ نہ دن جھن نہ رات آرام۔ اس سے بہتر تو کل کی جھی۔
 سچ دنی بیجے آفس کے اور شام کو چار بیجے شان سے گھر طے آ رہے ہیں۔ اس کے بعد رات
 اپنی ہے۔“ حید نے کہا۔
 ”کیا بڑھی مورتوں کی ہی باتیں کر دے ہو۔“

”کاش میں بڑھی صورت ہی ہوتا گھر سراغِ رسم نہ ہوتا۔ ہر وقت زندگی ریوں اور کی ہاں
 پر کمی رہتی ہے۔ یا گھر سراغِ رسمی ہو اگر جو یہ جا سوئی نادلوں کی طرز کی کہ جاؤں نے کسی قل
 کی خبر سنتے ہی ایک آنکھ بند کی، کاموں کو ذرا ہی جیبھش دی۔ دو چار بار کان ہائے۔ ایک بار
 من بسوار اور اچانک سکراتے ہوئے قاتل کا نام مٹا دی دیتے اور پہنچتا کہ اپنے فرش سے
 سکھداش ہو گیا۔ ایک ہم ہیں کہ دن رات بھوتوں کی طرح۔۔۔!“ حیدر کر کچھ سوچنے لگا۔
 ”کیا فضول بکھار کر کی ہے۔“ فریڈی نے آتا کر کہا۔

”اے بآپ رہنے بآپ۔ دیکھئے کتنا اندر صرا ہے۔ کیا آپ گینڈ کی لاش بھول گئے
 ہیں۔ میں تو صاحب ہر گز نہیں چاؤں گا۔ جنم تھیں مگری ملازمت۔۔۔ بیرے۔ بھپروں میں اعتمام
 نہیں تھے کہ خدا غواصی تھی کرتی تھی کاتا بگڑوں اور بھر بے ہوش ہو کر گرپوں۔“
 ”تم بھی عجیب آدمی ہو۔“ فریڈی نے کہا۔ ”کیا بھی ہمک تھاہرے مل سے بھوتوں کا

خیال تھیں تکلا۔ اے اسی آدمی۔ کتنی پار سمجھایا کرو ان بیکوں میں بھری ہوئی گیس کا اٹھ تھا۔“

”اگر یہی تھے تو اس گیڈڑی کی لاش کا کیا مطلب تھا۔ اس کے منہ میں دبے ہوئے پاپ کے کیا ممی تھے اور اس شعر کی کیا ضرورت تھی۔“

”اس کا مقصود بھی سیئی تھا کہ اسے دیکھ کر بے احتیاطی آجائے اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اگر دہاں دوسرے آدمی موجود نہ ہوتے تو ہمارے اس ملکہ خیر بیان پر کسی کو بیکن نہ آتا۔ بھروس کا مقصود بھی سیئی تھا کہ ہم لوگ اس واقعہ کو شیطانی کام سمجھ لیں اور تھک ہار کر بینے جائیں۔“

”صاحب آپ کی یہ مختلف سیرے طبق سے تھیں اتنی۔“

”اچھا اب خاصوتوں رہئے۔ ورنہ میرا حکمت آپ کے طبق سے اتر جائے گا۔“

”بے سیئی کی صوت سے اے بہر بھوسیں گا۔ نس آپ سے کچھ کہاں ہوں کہ اس وقت

تماق کے موڑ میں بھیں ہوں۔“ حید نے کہا۔ ”ند جانے کیوں میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔“

”اور میرا دل نہ جانے کیوں اٹھ کر پہن رہا ہے۔“ فربیدی نے پش کر کہا۔ ”دل بیٹھا جا رہا ہے۔ نہت خوب۔ میں غلط جھیں کہتا کہ تمہارے اندر کسی بڑھایا کی روح حلول کر گئی ہے۔ رخبوہ دار اس حُم کے خاورے کسی مرد کو زب نہیں دیجئے۔“

”آپ برخوبدار۔ اس حُم کے خاورے۔!“ حید جلدی سے بولا۔

فریبی پہنے لگا۔ اس کے بعد خاصوتو چھاگی۔ میرزہ کی آواز جگل کے ننانے میں کوئی رہی تھی۔ کسی کسی ہیئت کی رہشی میں میرزہ پر ایک آدم گیڈڑی یا جگلی بیان بھاگتی دکھائی دے جاتی تھیں۔ ہوا قسمی بندھی۔ آسان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ حید نے سکریٹ سلکیا اور پہلے پہلے سیل یعنی کھا فریبی چوک کر کہنے لگا۔

”کیوں حید۔۔۔ اٹلی فون پر گفتگو کرنے کے بعد ہم لوگ کتنی دریں میں گھر سے روانہ

ہو گئے ہوں گے۔“

”بمشکل تمام دسی صوت کے بعد۔“

”تھب ہے کہ ابھی بک پلیس کی لاری دکھائی نہیں دی۔ آخر یہ لوگ کس رفتار سے
روانہ ہوئے ہوں گے۔“

”ہو سکتا ہے کہ وہ ہم لوگوں کے بعد روانہ ہوئے ہوں۔“

”جب بھی اب تک انہیں پہنچ جانا چاہئے تھا۔ سوتھے کام تام ہے کہ سدر مر جلدی کی وجہ
سے کوئی میں میرا تقاضائیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے سیدھے نہیں آنے کے لئے کہا اور
اگر واقعی اتنی ہی جلدی تھی تو اس سے رفتاری کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔“

”تو کیا!“ حیدر سیٹ پر اچھتے ہوئے بولا۔ ”ہمیں کسی نے دو کارڈیا۔“

”بہت ممکن ہے۔ دراصل مجرم میری چان لینا چاہئے ہیں۔ ذاکر حیثیت بھی اسی مقدمہ
سے میرے پہنچے لایا تھا۔“

”لیکن اگر وہ آپ کو قتل ہی کرنا پاہتا تھا تو خاموشی سے کیوں نہ کر دیا۔ آخر چھپائی کی
کیا ضرورت تھی۔“

”جہاں تک میرا خیال ہے وہ مجھے ایک بڑھے کے بھیں میں دیکھ کر ہمیں میں پڑ گیا تھا۔“

”لہذا تک رفت کرنے کیلئے اس نے یہ چال ٹھی اور پھر پکھ دیو بعد اس نے ریو اور کال لایا تھا۔“

”اچھا تو کیا واقعی آپ نے اسے پہنچان لایا تھا۔“

”بالکل نہیں۔۔۔ البتہ اندر میری رات میں سیاہ یکھ مزدور ہمیشہ میں ڈال رہی تھی۔“

فریدی نے کہا۔

”اے پر کیا!“ حیدر جو بک کر بولا۔

”کیا بات ہے۔“

”اہر باسیں طرف کی جماڑیوں میں کیا تھا۔“ حیدر نے اندر میرے میں گھوتے ہوئے کہا۔

”فریدی نے کار کی رفتار کم کر دی۔“

”یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ رفتار تجزی رکھئے۔“ حیدر جلدی سے بولا۔

”کیوں کیا امر نے کار رکھ دیا ہے۔“ فردی نے کہا۔ ”اگر کوئی تصور درست اچھا کار کے

سانتے آگرے تو ہم لوگ کہاں ہوں؟“

”اُرے باتِ رے باتِ بات۔“ حمید کے مدرسے بے ساختِ کل گیا۔

”ڈراہوش دھواں درست رکھئے۔ کوئی حادثہ پیش آیا عی خاچا ہتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”ریو الور لائے یا نہیں۔“

”اُرے ریو الور.....!“ حمید بکلا نے لگا۔

فریدی نے تقبہ لگایا۔

”آپ بس.....بس.....ہجتے ہیں۔“

”تم بھی ہجوانا۔“

”جسے کھانی آرہی ہے۔“ حمید نے زبردستی کھانتے ہوئے کہا۔

”اُرے!“ فریدی چمک کر بولا۔

ہبہ لائٹ کی روشنی میں دور بڑک پر ایک آدمی اونچا چڑھا کر اداکھائی دیا۔ فریدی نے کارکی رفتار دھینی کر دی۔ کار رک گئی۔ فریدی نے کار پیچے کی طرف لوٹانی شروع کی۔

”کیوں یہ کیا؟“ حمید جلدی سے بولا۔

”خطرہ ہے، دامنِ چلیں گے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔

ڈھنا کارکی کمزوری سے گزرتی ہوئی کوئی چیز فریدی کی کپٹی سے لگ کر رک گئی۔ سبی داقت حمید کے ساتھ ہگی چیل آیا اور ایک گھنڈا رازِ ستائی دی۔

”جسے اتردا۔“

دو عدد رانکٹوں کی ہالیں فریدی اور حمید کی کپٹیوں سے گلی ہوئی تھیں۔ کمزوریاں کھلیں اور دلوں نجی ہمار لئے گئے۔ وہ پانچ آدمی تھے ان کے پیچے سیاہ خالبوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ چار کے پاس رانکٹیں تھیں اور پانچہاں ریو الور لئے ہوئے تھے۔

”لے چلاو!“ ریو الور والے نے کہا۔

دلوں کو دو دو آدمیوں نے پکڑ لیا اور وہ سب جہاڑیوں میں گھستے چلے گئے۔ حمید اور

فریدی خاموش تھے۔ ریوالردا لے نتھ بُش کے ہاتھ میں ہارچ تھی وہ آگے آگے رات
دکھانا ہوا جل رہا تھا۔ دھڑا فریدی پہنچ گیا۔ جن آدمیوں نے اسے پکار کر کھانا انہوں نے اسے
انھا نے کے لئے اپنی چھٹی کا زور لگایا تک روشنی سے مس نہ ہوا۔

ریوالردا لالپٹٹ پڑا۔ اس نے فریدی کے چہرے پر ہارچ کی روشنی والی فریدی سکارا رہا تھا۔
”کیوں، مکارا کیا اب کلی تی ہر اخوندگی سمجھی۔“ وہ گرج کر بولا۔

”میرا خیال ہے کہ میں آپ حضرات سے بے لکھتی ہوں۔ پھرنا تھدیب شرط ہے۔“
فریدی منہ بنا کر بولا۔

”اُگر ہم خاموشی کی بجائے گاؤں گائے ہوئے پہنچیں تو کسی رہے گی۔“ حمید نے سمجھی
سے کہا۔

”چپ رہو چھے کے چیز۔“ ریوالردا لالپٹٹ ہوتے ہوئے بولتا۔
”آپ ہرے بداناخاں معلوم ہوتے ہیں۔“ حمید نے بھی زمین پر پہنچتے ہوئے کہا۔ میں
اسے پھر انخادیا گیا۔

”مھو!“ ریوالردا لے نے فریدی سے کہا۔
”رک جاؤ بھائی ذرا ستا لینے دو۔ اگر اجازت ہوتی میں ایک سکار بھی سلاسلوں۔“
فریدی نے پر ہٹھیاں لجھے میں کہا۔

”معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں کو سیلیں پر ختم کر دینا ہوگا۔“ ریوالردا لے نے کہا۔
”نیک کام میں درینہ کرنی چاہئے۔ اگر ختم ہی کر دیا ہے تو یہاں کیا بھائی ہے۔“ فریدی
نے کہا۔

”مھو۔!“ ریوالردا لالپٹٹ چھپا۔
”میں ہٹھوں گا۔“ فریدی بھی اسی انداز میں چھپا۔
”چھا ٹھرو۔ جانا ہوں جیسیں۔!“ اس نے ریوالردا جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔
”زیوالردو میں جانا۔... انہیں ہندی نہیں آتی۔“ حمید نے چلا کر کہا۔

”چپ رہوا!“ وہ زور سے چھپ کر فریدی کی طرف بڑھا۔

فریدی کے ہاتھ ابھی تک ان دونوں آنکھیں نے جگز رکھے تھے۔ ریوالو والے نے فریدی کے بال پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی تھیں جبکہ بھی نہ ہوئی۔

”تم یوں نہ مانو گے۔“ ریوالو والا فریدی کی ہاتھ پکڑ کر دباتے ہوئے بولتا۔

فریدی کے ہاتھ سے چھپ کلی گئی۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ وہ لوگ جو فریدی کو پکڑے ہوئے تھے سچل نہ سکے۔ فریدی ان کی گرفت سے آزاد ہو کر اچھلا اور حمید پر آگرا۔ جنہوں نے حمید کو پکڑ کر کھاتا تھا وہ بھی حمید سیست زشن پر آرہے۔ ریوالو والا چیختن لگا۔

”خبردار..... خبردار..... گولی مار دوں گا۔“

اب پاکل اندھیرا تھا۔ غالباً اس کش کھن کے دوران میں ریوالو والے کے ہاتھ سے ہارچ گر گئی تھی۔ ریوالو والے نے ہواليٰ قاتا کرنے شروع کئے۔ شاید اسے ڈر تھا کہ اندھیرے میں اسی کے آدمی زخمی نہ ہو جائے۔ قتل بیانہ درہ میں منت تک اندھیرے میں جدد جدد ہوتی رہی۔ ریوالو والے کی آواز برابر سنائی دیے رہی تھی۔

فریدی اور حمید ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر بیجوں کے ملی سڑک کی طرف بھاگ رہے تھے۔ کاروں میں کھڑی تھی۔ دونوں کار میں بیٹھے گئے۔ فریدی نے کار اسارت کر دی۔ جماڑیوں کے اعور شور و غل کی آوازیں سنائی دینے لگیں جو رفت رفت قریب آتی جاوی تھیں۔ فریدی نے کار مکھائی اور وہ دونوں بہت زیادہ خیز رنگاری سے شہر کی طرف جل پڑے۔ اب فائر ہونے شروع ہو گئے تھے۔ جن کی آوازیں دور تک سنائی وہی رہیں۔

”کیوں میاں حمید..... ہو گئی نا اچھی نہ سرت!“ فریدی نے کہا۔ ”وہ تو کہاں مر دد دے گا۔“

کے ہاتھ سے ہارچ گر گئی درستہ اس وقت ہم کہیں اور ہوئے۔“

”یہ اب مت بولئے۔ چپ پڑے جائیں۔“ حمید نے کامیاب ہوئے کہا۔

”اے وادی میزے شیر..... اس اجھے عی میں اپنے گلکھ۔“ فریدی نے قبضہ کایا۔

”آپ سبھر یے جاتا بھلا میں آپ کا مقابلہ کب کر سکتا ہوں۔“ حمید نے کہا۔
”دیکھنے میں نے پہلے یعنی کہہ دیا تھا کہ لوٹ چلے۔“

”اگر میں لوٹ جاتا تو مجھے زندگی سمجھ رہا فوس رہتا۔“ فریدی نے کہا۔

”کیوں؟“

”اس لئے کہ بھاں آنے سے مجرموں کا کچھ کچھ سراغ مل گیا۔“

”وہ کیسے؟“

”اس کا جواب یہ ٹارچ دے گی۔“

”ٹارچ!“ حمید نے حیرت سے کہا۔ ”وہ کب سے بولتے گی۔“

”ای وقت سے۔“ فریدی نے فس کر کہا۔ ”ای وقت یہ ٹارچ بہت حقیقتی ہے۔“

”وزرا و کھنوں تو۔“

”ہوں ہوں، چھوٹا مٹ اسے۔“ فریدی نے اسے ہٹاتے ہوئے کہا۔ ”یہ بڑی محظوں
سے دستیاب ہوئی ہے۔ اتنی کشی لانے کے باوجود بھی میں نے اس کی کافی حفاظت کی ہے۔“
”آخوند کیوں۔“

”اس پر مجرم کی انگلیوں کے نشانات حفظ ہیں جن کا چوبہ اسی وقت انگر پرست

ڈسپارٹمنٹ میں اتنا راجائے گا۔“

حمد حیرت سے فریدی کا مند دیکھ رہا تھا۔

گلاس کی چوری

”وسرے دن ہمارے فریدی حمید اور سروج ڈرائیکٹر میں نامشہ کر رہے تھے۔ فریدی نے
رات والے واقعہ کی اطلاع کی کونہ دی تھیں حمید کے پیٹ میں چوبے کو درہ رہے تھے۔ وہ اپنی

کارگزاریاں ایک جیسیں گورت کے سامنے دہرانے کے لئے بے محل تھا۔ دہران گھنگوں میں کی
باراں نے اس موضوع کی طرف آنے کی کوشش کی تھیں فریبی نے ہر بارا سے صاف اڑا دی۔
آخر کار ہجودی دیر کے بعد حمید بھی سمجھ گیا کہ فریبی رات والے واقعہ کا تذکرہ سروج کے
سامنے تھیں لانا چاہتا۔ وہ حسب معمول بے طرح چک رہا تھا۔ بات بات پر لیٹھے ہو رہے تھے۔
”وقتی حمید صاحب! آپ بہت زندہ دل انسان ہیں۔“ سروج نے کہا۔

”مجھ میں اتنی ہستیں کہ آپ کے خیال کی تردید کر سکوں۔“ حمید نے جواب دیا۔
”لیکن مجھ میں اتنی ہستی ہے۔“ فریبی مسکرا کر بولا۔

”آپ کی ہست کا کیا کہتا۔۔۔ بڑے بڑے آپ کا لوبہ، ناجا، بھل، گفت غرض کہ ہر تم
کی دھمات مانتے ہیں۔“

سروج پہنچنے لگی اور فریبی صرف سکرا کر رہا گیا۔

اسے میں ایک توکرہ تھوڑیں ایک لفاظ لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

”یعنی ایک آدی دے گیا ہے۔“ توکرہ لفاظ فریبی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
فریبی خط کال کر پڑھنے لگا۔ پھر وہ کاغذ سروج کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ شاکرہ دیہر گم کا خط ہے۔“

”فریبی صاحب حليم!“

میں شام کو آپ کا انتقال کر رہا تھا جیسیں شاید آپ بہت زیادہ مشغول تھے یا سروج
بھاٹ آنے پر رضا مند نہ ہوتی ہوگی۔ مجھے انتہائی افسوس ہے۔ میں سروج کو اپنی
بیٹی کی طرح عزیز رکھتا ہوں۔ خصے میں نے اسے وہ سب کچھ کہہ ڈالا جو مجھے
نہ کہنا چاہئے تھا۔ مجھے سخت نمائت ہے۔ اگر سروج بڑھے شاکر کے منہ پر
ٹھانچہ مار کر بھی اس کی ظہلی کو معاف نہ کر سکے تو اسے کہلی اخترافی نہ ہوگا۔ خدا را
سروج کو لے کر جلد آئیے ورنہ میرے غیر کی ملامت میرا کام عی تمام کر دے
گی۔

”قطع۔۔۔ نام دیہر گم۔۔۔“

سروچ کی آنکھوں میں آنسو بھلک آئے۔ خاکر کے خط نے اسکے دل پر کمہ اڑالا۔
 ”میں ضرور جاؤں گی فریدی صاحب خاکر صاحب واقعی پریشان ہوں گے۔“
 مجھے بینی کی طرح عزم رکھتے ہیں۔ ”سروچ نے آنسو پوچھتے ہوئے کہا۔
 ”مجھے کیا اصراف ہو سکتا ہے۔ چلے میں آپ کو پہنچا آؤں۔ میں خود آج خاکر صاحب
 سے ملتے کا ارادہ کر رہا ہوں، واقعی بڑی خوبیوں کے بزرگ ہیں۔ ان سے مل کر مجھے ایک طرح
 کا قلمی سکون محسوس ہوتا ہے۔“ فریدی نے سارے لٹک کر کش لیتے ہوئے کہا۔
 ”میرا خیال تیار ہے!“ حید نے کہا۔ لیکن فریدی کی تیز نظر دوں سے گھبرا کر جملہ پورا شد
 کر کا۔

”ہاں آپ کیا کہتے ہیں۔“ سروچ نے حید سے پوچھا۔
 ”میں..... بینی کریں.....“ حید نے فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میرا خیال ہے
 کہ آپ ضرور جائیے۔“
 تمہاری دیجی کے بعد فریدی سروچ اور حید ہرم پور کی طرف جا رہے تھے
 جیسے ہی کار سروچ کے مقام کے پھاٹک پر آ کر کی اس کا گرسے ہاؤٹ کام ہلانا ہوا
 دوڑ آیا۔

”جیک جیک!“ سروچ اس کے سر پر ہاتھ بھیڑ کر دی۔
 آواز من کر خاکر بھی چھڑی لکھتے ہوئے رہ آمدے میں کل آیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو
 بہ رہے تھے۔ موٹے موٹے قطرے۔ اس کا محبت بھرا دل امنہ آیا تھا۔ سروچ اس کے پیٹے
 سے سرناک کر سکیاں لیئے گی۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ بھیڑتا اور روتا چارہ تھا۔ کچھ دریک دلوں
 رو گت رہے پھر آنسو پوچھ دالے کے اور ذرا اٹک روم دلچسپ تر کروں سے گوئی بنتے تھے۔
 ”بھی بہت جیز گری پڑ رہی ہے۔ میرے خیال سے تو کچھ پہاڑا ہے۔“ خاکر نے کہا۔
 ”میں بھی شربت بناؤ کر لاتی ہوں۔“ سروچ نے اشتہ ہوئے کہا اور باہر جلی گئی۔ چند
 لمحوں کے بعد ایک طازم کشی میں شستے کے خالی گلاں لایا۔ فریدی نے گلاں ہاتھ میں اٹھالی۔

”کتنے خوبصورت گاس ہیں۔“ فریدی گاس کو اپنے روہاں سے صاف کرتے ہوئے

بولا۔ ”اب اسکا جیزی کہا۔“

اس پر شاکر صاحب نے ان گاسوں کا خاندانی چبرہ سنا کر رکھ دیا۔ فریدی ان کی باتوں کو دیکھ سے سن رہا تھا اور ساتھ مساتھ ان گاسوں کو اٹھا اٹھا کر انہیں روہاں سے صاف بھی کرنا چاہرہ تھا۔

”بس ہی چاہتا ہے کہ انہیں دیکھا یہی کچھ۔“ فریدی نے گاسوں کو تحریقی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

شاکر صاحب گاسوں کی ترقیت سن کر اور زیادہ خوش اخلاق ہوتے چارہے تھے۔ سروچ بجک میں شربت لے کر آئی اور سب کے گاس بھر دیے۔

شربت پینے کے دوران اہر اہر کی بائیں ہوتی رہیں۔ شاکر صاحب نے ہم پر کے جھلک کے کیس کے حلقہ بھی کافی دریک باتیں کیں۔ اس کے بعد فریدی اور حمید و اپنی جانے کیلئے چارہ ہو گئے۔ سروچ اور شاکر اسکے ساتھ چاکٹ بند آئے۔ فریدی نے کار اسٹارٹ کر دی۔

”بھی حمید مجھے وہ گاس بے حد پسند آئے ہیں۔“ فریدی نے تھوڑی دور چل کر کار روکتے ہوئے کہا۔

”تو گازی کیوں روک دی۔“ حمید نے حرمت سے کہا۔

”میں انہیں سے ایک چانا چاہتا ہوں۔“ فریدی نے کہا اور کمزور کی کھول کر مجھے اتر گیا۔

”کیا مطلب!“ حمید کی آنکھیں اپنے طغون سے اعلیٰ پریں۔

”میں ابھی آیا!“ فریدی نے کہا۔

حید کار میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ اسے حرمت تھی کہ آخ فریدی کو ہو کیا گیا ہے۔

تموڑی دیر بعد فریدی لوٹ آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک گاس تھا۔

”کوئی خاص رحمت نہیں پہنچ آئی۔ وہ لوگ گاس دیں چھوڑ گئے تھے۔“ فریدی نے کار

میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

گود میں سانپ

دوسرے دن فریدی اور حمید کو قبولی گئے۔ کوتوالی اپناراج اپنکے سدھیر ان کا انتقال کر رہا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی ہاتھ پھیلا کر ان کی طرف بڑھا۔ آئیے اسپل صاحب امیں آپ لوگوں کا انتقال کر رہا تھا۔“ سدھیر نے فریدی سے مصافح کرتے ہوئے کہا۔ ”کچھ کہنی خاص بات۔“ خاص بات صرف اتنی ہے کہ آپ آٹھ دن کا شیل لے کر میرے ہمراہ چلتے۔“ فریدی نے کہا۔

”خیریت!“ سدھیر نے حرمت سے کہا۔

”جلدی کچھ؟ آپ کا اٹھاد میرے چوتھے دن میں پہنچ گیا ہے۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔

”وس لئے ہم لوگ جلدی میں ناشہ داں بھی ساتھ ہی لیتے آئے ہیں۔“ حمید جلدی سے

بول اٹھا۔

”تو یہ کوئی بھی کچھ کر ایسی بھک آپ لوگوں نے ناشہ نہیں کیا۔“ سدھیر نے کہا۔

”کچھ کچھ منکاؤں۔“

”بھیں شکر یہ اس کی ضرورت نہیں۔“ فریدی نے کہا۔ آپ جلدی سے اپنے آدمیوں کو

تیار کر لیجھے۔

”جالال پور!“

”جالال پور!“ سدھیر نے حرمت سے کہا۔ ”آپ نے قاتکوں کا پونڈ لگالیا۔“

”تریب قریب.....!“ فریدی نے کہا اور سکار سگانے لگا۔

سدھیر نے ایک دیوان کو بلا کر کچھ ہداہتیں دیں اور خود آفس کے اندر چلا گیا۔

تموزی دری کے بعد آٹھ سوچ کا شیل آگئے۔

پولیس کی لاری جس پر سدھیر، حمید، فریدی اور آٹھ کا شیل بیٹھے تھے جلال پور کی طرف

تیری سے بھاگی جا ری تھی۔

”دماغے کچھ پہلے سے ہادیجے ہا کر میں اسی کے مطابق اتفاق کر سکوں۔“ سدر مر نے کہا۔

”میرے ذیل سے کچھ زیادہ پیشانی نہ اٹھانی پڑے گی۔“ فریدی نے جواب دیا۔

”پھر مجھی!“ سدر مر نے کہا۔

”میں اتنا کچھ لے جے کر قاتل کے دریافت ہو جائے پر آپ کو اس کے ہاتھوں میں

چھوڑیاں ڈال دینی ہوں گی۔“

”یہ تو ہو یعنی جائے گا۔ یہ بتائیے کہ آخڑ قاتل ہے کون؟“ سدر مر نے بے چینی سے کہا۔

”تمہارے بھنیں ابھی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔“

”وزراہوشیاری سے رہتا۔“ سدر مر نے اپنے پاہیوں کی طرف دیکھ کر کڑی آواز میں کہا۔

”ہاں بھئی..... بھی وقت ہوشیاری کا ہے۔“ حمید نے فس کر کہا۔ ”اور وزراہم لوگوں کا

خیال رکھتا۔“

”حمدید صاحب کی وقت تو ہم غربیوں کی خلافیں معاف کر دیا کیجئے۔“ سدر مر نے کہا۔

”اچھا میں اسی وقت اس پر غور کروں گا۔“ حمید نے کہا اور غور سے فریدی کی جیب کی

طرف دیکھنے لگا جو خود بخود پھول کر پچک رہی تھی۔

”اے!“ حمید نے اچھل کر کہا۔ ”انہیں صاحب آپ کی جیب...!“

فریدی نے حمید کا شانہ دبادی۔ حمید خاموش ہو گیا۔ انہیں سدر مر بھی چوک پڑا۔

فریدی نے جلدی سے اپنی ریٹ اس طرح اپنے پہلو میں رکھ دی کہ جیب چھپ گئی۔

”کیا بات ہے۔“ سدر مر نے حمید سے پوچھا۔

”بھنیں..... بھنی وزرا...!“

”دماغ کا ایک اسکوڈ میلا ہوئے تھا۔“ فریدی نے جملہ پورا کر دیا۔

لہجہ عجمی بھئی کے سامنے پیس کی لاری رکی، سروچ لہو دیکھ لگی، ہامے ہی میں

بیٹھے تھے۔ فریدی کے ساتھ اتنے بہت سے کاشتیں دیکھ کر سروچ نے آہستہ سے کچھ کہا۔ لہجہ

سکونت کو کھڑا ہو گی۔ اجھے میں یہ لوگ بھی برآمدے میں بھی گئے۔

”کہنے فریدی صاحب کوئی تازہ صیحت۔“ خاکر دلیر سعی نے کہا۔

”کوئی خامس بات نہیں۔ ادھر سے گزر رہا تھا۔ سوچا آپ سے بھی ملا چلوں۔“

”خوب خوب!“ خاکر دلیر سعی نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ ”میری

خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسا بڑا آدمی مجھ سے اتنی انسیت رکھتا ہے۔ آپ لوگ تحریف رکھے

ارے کوئی ہے ذرا کرسیاں لانا۔“

”گری بہت شدید ہے۔“ دلیر سعی نے کہا۔ ”میرے خیل میں آپ لوگ پچھریت پی لجھے۔“

”میں ٹھرپی۔“ فریدی نے کہا۔ ”قلعی خواہیں نہیں۔“

”کہنے کیا بولا دا لے کیس کی حقیقتات کے سلسلے میں کہیں تحریف لے گئے تھے۔“ دلیر

سعی نے پوچھا۔

”میں ہاں۔ کچھ کامیابی ہوئی تو ہے۔“

”کیا میں کچھ معلوم کر سکتا ہوں۔“ دلیر سعی نے اشناق بھرے لجھ میں کہا۔

”کیوں نہیں؟“ فریدی اپنے تھووس سمجھو لجھ میں بولا۔ ”ایک تو یہی اطلاع آپ کے

لئے لجھی سے خالی نہ ہو گی کہ رندھر بولا اور ڈاکٹر جیش کا قتل ایک ہی آدمی کی ایجاد پر ہوا ہے۔“

”اچھا!“ دلیر سعی نے جدت سے کہا۔ ”واقعی یہ خبر اعتمادی لجھ پر اور ساتھ ہی ساتھ

جہت انگیز بھی ہے۔“

”خاکر صاحب۔“ فریدی بولا۔ ”کیا آپ مجھے بولا کا بھی جعلہ تائیے ہیں۔ مجھے اس کی

لاش دیکھنے کا موقع بھی نہیں۔ سکھا۔“

”بہت خوب!“ خاکر صاحب نے تقدیر لکھ کر کہا۔ ”اگر کوئی اندھا کسی کا علیہ جائیں کہا ہو تو

ضرور پوچھئے۔“

”تو کیا واقعی اب آپ کو آنکھوں سے بالکل دکھائی نہیں دیتا۔“ فریدی نے پوچھا۔

خاکر دلیر سعی کے ماتھے پر قلنیں پڑ گئیں۔ شاید اسے فریدی کا یہ سوال ناگوار گزرا تھا۔

”فریدی صاحب برا خیال ہے کہ میں آپ سے عمر میں بہت بڑا ہوں۔“ دلیر عکھنے

لگ لجھ میں کہا۔

”یقیناً!“ فریدی نے اعتراف میں سر رالایا۔

”تو پھر آپ کو مجھ سے مذاق نہ کرنا چاہئے۔“ دلیر عکھنے اپنے غصے کو دبانے کی کوشش

کرتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کی۔“ فریدی نے عدامت آئیں لجھ میں کہا

”لیکن اگر آپ کو اس سے تکلیف پہنچی ہو تو محانی چاہتا ہوں۔“

”خیر..... خیر!“ دلیر عکھنے سکراتے ہوئے کہا۔ ”کوئی بات نہیں۔“

پھر تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھاگئی۔

”فریدی جمال! احمد مون کے گرفتار ہو جانے کی کب سک امید ہے۔“ سروچ نے کہا۔

”بہت بُلدَا!“ فریدی سکرا کر بوللا۔

”خدا کرے الیاعی ہو..... تاکہ ہم لوگوں کی طرف سے آپ کا شر برخ ہو۔“ سروچ نے

غموم لجھ میں کہا۔

”آپ لوگوں پر شیر..... ارے لا حمل ولا قوہ..... آپ بھی کسی باتعلیٰ کردی ہیں۔ تو پہ

تو پہ!“ فریدی یہ کہہ کر اپنے مخصوص لجھ میں سیٹی جانے لگا۔ وہ دلیر عکھنے سامنے بیٹھا ہوا باغ

کی طرف گردن موڑ سے کچھ دیکھ رہا تھا۔

”ارے سانپ!.....!“ خدا کر دلیر عکھنے بے اختیار آچل کر بوللا۔

فریدی کی جیب سے ایک کالا سانپ کل کراس کی گود میں ریک رہا تھا۔ سب لوگ

بڑھاں ہو گئے۔

”سانپ دکھائی دیتے ہیں خاکر صاحب۔“ فریدی نے روپور نکال کر خاکر دلیر عکھنے

طرف تھتے ہوئے کہا۔ ”خدا را اپنی جگ سے بلی کی کوشش نہ کرنا۔“

خاکر دلیر عکھنے کے ہاتھ سے اس کی چھپڑی چھوٹ پڑی۔

"تم نے اُنھی کی کوشش کی اور میں نے گولی چالائی۔" فریدی نے تھوڑا بھی میں کہا۔

"سدھیر صاحب حضرتی۔"

خاکر دلیر سعید کے پاسوں میں حضرتی کا دی گئی۔ اس کی بے رونق آنکھیں اور زیادہ بے نور ہو گئیں۔

"یہ آپ نے کیا کیا فریدی بھی۔" سروج بے احتیاط چیز پڑی۔

"ان کی آنکھوں کا علاج یخیر آپ پیش..... اب انہیں اندر جرے میں رہنے کی ضرورت ہے۔" حیدر نے قہیں کر کہا۔ "واللہ انہیں صاحب آپ ماہر اہل فہم چشم بھی ہیں۔"

"اُسے اُسے..... یہ کیا ہو رہا ہے۔" سروج بے بُتی سے بولی۔

"مگر اُو نہیں..... سروج بین ٹھکر کر تم خیچ گئیں ورنہ کچھ دن بعد تم بھی بولا کا ساتھ دیتی نظر آتیں۔ اگر کچھ اور زیادہ چنان تباہی ہو تو کل شام کو مجھ سے ملا۔ میں مکرر ہی ہوں۔" خاکر دلیر سعید سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"اُنھی سر کارا۔" سدھیر نے اُسے ٹھوکر لگاتے ہوئے کہا۔

دلیر سعید جلا کر کھڑا ہو گیا اور حضرتی میں بکڑے ہوئے با تھا خاکر اس زور سے سدھیر کے سر پر مارے کہ سدھیر تیزرا کر دیوار سے کھلا گی۔ آنکھوں پاہی دلیر سعید پر ٹوٹ پڑے۔ سروج چھپ کی۔

خاکر دلیر سعید لا ری میں بے سعد پڑا ہوا تھا۔ اس کے کپڑے بکڑے بکڑے پت کے تھے اور اُری شہر کی طرف بھاگی چاہی تھی۔



ای دن شام کو پولیس نے دلیر سعید کے مکان پر چکپا مارا۔ کافی ٹھاٹ اور جنگو کے بعد

آخر کار فریدی اس تہہ تانے کا پڑا گانے میں کامیاب ہوئی گیا تھا جس میں دلیر سعید نے کوئی

ہٹانے کا کارخانہ قائم کر کھاتا تھا جس سے کافی مقدار میں کوکین برآمد ہوئی۔

اس کے علاوہ دوسرے کاموں سے فراہت پانے کے بعد وہ اور حیدر ڈالنگ روم میں آبیشے سر درج پہلے ہی سے اس کا انظام کر رہی تھی۔

”تم بہت زیادہ پریشان نظر آرہی ہو۔“ فریڈی نے سروج سے کہا۔ ”حالاکر جھمیں خوش ہونا چاہئے کہ تم اس جاں میں پہنچنے سے بچ سکیں اگر دلیر علی کو کبھی تم پر ڈر اس اشیٰ بھی ہو جاؤ۔“ کہم اس کے رواز سے واقع ہوتے تھے اس کی وہی اخیام ہوتا جو بلا کا ہوا۔“

”لیکن آپ کو ان سب باتوں کا علم کیسے ہوا۔“ سروج بولی۔

”جب جنم بھری گرفت میں آ جاتا ہے تو جس طرح چاہتا ہوں اُسی سے سب اگلوالیاں ہوں۔ صرف دلیر علی اس قید میں بیکھڑا اس کے پارہ ساتھی بھی اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ یہ سب شہر کے چھٹے ہوئے شریف تم کے بدمعاش ہیں۔“

”آخربلا ان لوگوں کے جاں میں کیسے بچنے لگتی۔“ سروج نے کہا۔

”ای وقت سنوگی۔“ فریڈی نے سگار لٹاتے ہوئے کہا۔ ”خیر سوائیک دن جب تم گرفت پنیں تھیں بولا نے دلیر علی کو کچھ لکھتے دیکھ لیا۔ اسے جیت ہوئی ہو گی اور جمرت کی بات بھی ہے کہ اسے لکھا نہیں کرتے۔ دلیر علی کو اس کا احساس ہو گیا۔ اس وقت اس کی کچھ میں سمجھ آیا کہ بلا کو لے جا کر تھہ خانے میں قید کرو۔ تھہ خانے میں لے جا کر دلیر علی نے زبردست اس سے ایک خط تھہارے نام لکھوایا کہ وہ اپنے کسی عزیز سے ملے شہر جا رہی ہے اور معلوم نہیں کہ بک اس کی واپسی ہو۔ دلیر بولا کی تحریر لے کر اسے تھہ خانے میں بند کر کے چلا آیا۔ یہ فوری کام اس نے اس لئے کیا تھا کہ اپنے دوسرے ساتھیوں سے رائے لینے کے بعد کوئی دوسری کارروائی کر سکے تھا اسے آنے پر اس نے بلا کا خط جھمیں دے دیا تھا اور تم مطمئن ہو گئی تھیں۔ کیوں ہے ناکھنی ہات۔ دلیر علی نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا جن میں ڈاکٹر عیش بھی شامل تھا۔ ڈاکٹر عیش نے جو رائے دی اس پر سب باہمی ہو گئے۔ لہذا وہیں تھے خانے میں تیز روشنی کا انظام کر کے بلا اور عیش کی ایک تصویر کھینچنی گئی۔ وہ تصویر بھی مجھے مل گئی

لیکن وہ ایسی نہیں کر جھیں دکھلا سکوں۔ بہر حال بولا سے کہا گیا کہ اس نے دلیر کار از کسی کو ظاہر کیا تو وہ تصویر اس کے عزیز دوں اور اس کے ملکیت کے پاس بھیجی دی جائے گی۔ اتنا کچھ کر لینے کے بعد بھی ان لوگوں کو اطمینان نہ ہوا۔ اسی دوران میں ان کے ہاتھ بولا کے ملکیت کا ایک خط لگ گیا جس سے ظاہر ہوا کہ شاید ان دونوں کے والدین میں کچھ بھجوڑا ہو گیا ہے اور وہ لوگ شادی کرنے پر رضا مند نہیں۔ اس خط کو دیکھنے والی دلیر علیم نے ایک ایکم بنائی۔ وہ تھی کہ اگر رعیتھر اور بولا کو کہیں بھجا لے گیا۔ اس ایکم کو عملی جامد پہنانے کے لئے ڈاکٹر جیش بولا کا ہمدرد بن گیا۔ اس نے وہ تصویر اسی کے ساتھ جلا دی اور اس سے کہا کہ تم رعیتھر کو ایک خط لکھوڑ کرو۔ اس کی پوری پوری مدد کرے گا۔ رعیتھر کا جواب آئے پر انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ کب آرہا ہے۔ چہاں تک دونوں کو قتل کر دینے کی ایکم کا تعلق ہے ان لوگوں نے جو ہی چالاکی سے کام لیا۔ لیکن اور زیادہ پردہ پوشی کے لئے پولیس کو کہیں اس میں الجہادیے کی ایکم بنا کر سخت ہو گا کھلایا۔

حالانکہ ان کی ایکم بھی بڑی شاندار تھی۔ ان کا خیال تھا کہ بولا اور رعیتھر کے اس طرح عابر ہو جانے سے بولا کے والدین ان دونوں کا حلیہ جاری کرائیں گے اور جب پولیس کو معلوم ہو گا کہ ہرم پور کے جگل میں لاش دیکھنے والا رعیتھر علیم ہی تھا تو پولیس اور زیادہ سرگزی سے اس کی عاش شروع کر دے گی اور شاید ایسا ہونا بھی۔ اگر صین وقت پر جنگلی گیدڑ ہماری مدد نہ کر پہنچتے۔ میں نے جھیں گیدڑ کی لاش کا واقعہ بتایا تھا۔ وہ بھی دلیر علیم کی حرکت تھی۔ ڈاکٹر جیش صاحب کا نپور جا رہے تھے۔ رعیتھر کے گرفتار کی عاشی لینے تاکہ بولا کا خاطر ہمودہ کرا سے جلا سکیں۔ راستے میں مجھ سے ٹھبجیز ہو گئی۔ وہ گرفتار ہو گیا۔ اس کے ساتھ اور آرڈی بھی تھے جو اس کے اگر فرار ہونے کے بعد راستے ہی سے پلت آئے۔ اس نے اس کی خبر دلیر علیم کو دی۔ دلیر علیم نے سوچا کہ اب اسے بھی ملکا نے لکا دیتا چاہئے ورنہ ملکن ہے کہ پولیس اس سے اگلوں لے۔ پھر دلیر علیم نے مجھ پر اور حیدر پر بھی جملہ کیا تھا لیکن تم ابھی تک نہیں جانتیں کہ مجھے یہ کیسے معلوم

ہوا کہ دلیر عکھمی محروم ہے۔ جن لوگوں نے مجھ پر جملہ کیا تھا ان میں سے ایک کی ٹارچ بیرے ہاتھ مل گئی۔ اس کی آنکھیں کے نشانات اس ٹارچ پر باقی رہے جنمیں میں نے کاغذ پر اڑوا لیا۔ مجھے دلیر عکھم پر شروع ہی سے شبہ تھا۔ حالانکہ وہ ایک اندھے کا پارٹ بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہا تھا۔ لیکن ہاں تو جب میں جنمیں بیہاں چھوڑنے آیا تھا تو جنمیں یاد ہو گا کہ تم نے ہم لوگوں کو شربت پایا تھا۔ میں نے وہ گلاں چاہیا جس میں دلیر عکھم نے شربت یا تھا۔ اس پر دلیر عکھم کی آنکھیں کے نشانات تھے۔ اس گلاں کے نشانات اور اس ٹارچ کے نشانات میں کوئی فرق نہ لگتا اور پھر آپ کے خدا کر صاحب آخ کارہم لئے گئے۔

”اچھا یہ ہتائیے کہ سرا اکیا شرب ہو گا۔“ سرو پر یہاں کے بچے میں بولی۔

”کچھ بھی نہیں۔ جنمیں صرف سر کاری گواہ بننا پڑے گا۔ میں تم سے پہلے ہی وعدہ کر چکا ہوں کہ جنمیں کوئی قصاص نہ پہنچے گا۔“

”اب تم اتنی بڑی جائیداد کی تھا مالک ہو۔ دلیر عکھم تو چنانی سے بچ نہیں سکتا۔“

”میں آپ کا ٹھکریے کس زبان سے ادا کروں۔ اگر میرا کوئی نیچا بھائی بھی ہوتا ہیرے لئے اتنا نہ کر سکتا۔“

”اچھا تو مجھے سا بھائی نہیں سمجھتیں۔“ فریدی نے روٹھ جانے والے انداز میں کہا۔

”میرا بھیا۔“ سرو نے کہا اور اس کی آنکھوں میں عجب کے آنسو امداد آئے۔

..... حمید نے ایک بھوڑا اساقیت پہ لگایا۔ حینما جینپا اساقیت پہ

ختم شد